کہ اس کو بھی اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے، وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ [اور اللہ تعالیٰ غالب اور انتقام لینے والا ہے]۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنی کامل رحمت سے انبیائے کرام کو اصالتاً اور اولیاء اللہ کو ان کی متابعت کے ساتھ اپنی طرف بلانے کے لئے بھیجا اور ان کی زبانی عذاب و ثواب کی خبر دی اور مخالفوں پر حجت قائم کی اور ان کے عذر کی زبان بند کر دی۔ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ [تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ہرگز کوئی حجت باقی نہ رہے] اس عظیم الشان کارخانے کے ساتھ چشم پوشی کرنے اور خواب غفلت برتنے سے یہ عذاب رفع نہیں ہوگا اور کوئی شخص اس کو دفع نہیں کر سکے گا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ [بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا کوئی چیز اس کو دور کرنے والی نہیں ہے]۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو براہ راست ہدایت دیدیتا اور دار السلام (جنت) میں بھیج دیتا۔ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ [اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا] لیکن اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادے نے ایسا ہی چاہا اور اس کی حکمتِ لازوال نے اسی طرح کا اقتضا کیا۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [اور لیکن میرا یہ قول حق ہے کہ میں جنوں اور انسانوں سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا] مولائے حقیقی جل شانہ سے کسی کو پوچھنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہیں کیا۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ [اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی بھی فعل کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور ان (لوگوں) سے پوچھا جائے گا]۔

کرا زہرہ آنکہ از بیم او کشاید زباں جز بہ تسلیم او

[کس کی جرأت ہے کہ اس کے خوف کی وجہ سے تسلیم کے سوا کسی اور بات کے لئے زبان کھولے]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ [آپ کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں]

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور امر معروف کرنے میں آپ کے ساتھ شریک ہیں اور جو شخص کہ امر معروف کا تارک ہے وہ آپ کا پیرو نہیں ہے۔ انصاف کرنا چاہئے اگر فاسق اور کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے مبغوض اور دشمن نہ ہوتے تو بغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے بغض رکھنا) دین کے واجبات میں سے اور افضل نیکیوں اور دین کو مکمل کرنے والی چیزوں میں سے نہ ہوتا اور ولایت اور رضا و قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ نہ بنتا۔

حضرت عمرو بن الجموح سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ اس وقت تک صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کا یہ حال نہ ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کرے، پس جب اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بغض کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق ہو گیا، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے منع کیا تو بیشک اس نے ایمان کی تکمیل کر لی، اس کو امام ابو داؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھنا ہے، اس کو ابو داؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھے، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اور کیا؟ آپ نے فرمایا اور یہ کہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جس کو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے[1]۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور ان لوگوں سے انقباض اور ترش روئی کے ساتھ ملو اور ان کے ساتھ ناراضگی و غصہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی طلب کرو اور ان سے دوری اختیار کر کے اللہ عز و جل کا قرب حاصل کرو، اس کو ابن شاہین اور دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور الکنز الخفی میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! میں نے آپ کیلئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقے دیئے اور آپ کا ذکر کیا، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا البتہ نماز تیرے لئے حجت ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے تو پھر تو نے میرے لئے کونسا عمل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! آپ مجھے اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی اور میرے کسی دشمن سے دشمنی کی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا

[1] مشکوٰۃ کتاب الایمان الفصل الثالث۔

کہ بیشک وہ عمل الحب فی اللہ والبغض فی اللہ [اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے دشمنی کرنا) ہے۔ اور حضرت فضیل قدس سرہ سے اس بارے میں نقل اوپر گزر چکی ہے اور حق یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنا محبت کے لوازم میں سے ہے۔ سچا عاشق ان دو اعمال میں اختیار نہیں رکھتا اور کسب و تعمل کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ دوسرے اعمال میں محتاج ہے (اس شخص کے نزدیک) دوست کے دوست کس قدر اچھے نظر آتے ہیں اور اس کے دشمن کس طرح کے برے اور خراب لگتے ہیں، یہ معنی مجازی دنیا میں ظاہر و نمایاں ہیں، جس شخص کے ساتھ دوستی کا دعویٰ کرے جب تک اس کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کرے مقبول نہیں ہے اور وہ اسے منافق سے زیادہ نہیں سمجھتا، شیخ الاسلام نے کہا کہ میں ابوالحسن شمعون سے خوش نہیں ہوں کیونکہ وہ میرے استاد حصری کو رنج پہنچاتا تھا اور جو شخص تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اس سے ناراض نہ ہو تو کتا تجھ سے بہتر ہے۔ 116

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ [۱] [بیشک تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں اسوۂ حسنہ (نیک نمونہ) ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو بے تعلق ہیں، ہم تمہیں نہیں مانتے اور ہمارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک دشمنی اور بغض ہمیشہ کے لئے پیدا ہو گیا جب تک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لے آؤ] اور نیز فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ [۲] [بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کا اعتقاد رکھتا ہے] پس ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ طالبِ حق جل شانہ کے لئے یہ بیزاری اور بغض و عداوت ضروری و لازمی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ [۳] [ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ و غضب ہے] اور دوسری جگہ ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ الی قولہ سبحانہ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ [۴] ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کرنا گمراہی کا موجب ہے اور مقصود تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں رکھتا اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [۵]

۱ه سورۃ ۶۰ آیۃ ۴　۲ه سورۃ ۶۰ آیۃ ۶　۳ه سورۃ ۶۰ آیۃ ۱۳　۴ه سورۃ ۶۰ آیۃ ۱
۵ه سورۃ ۹ آیۃ ۷۳ و سورۃ ۶۶ آیۃ ۹

[اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کریں] اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ [اور تم میں سے جس نے ان سے دوستی کی تو وہ انہی میں سے ہے] نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ [تو نہیں پائے گا کسی ایسی قوم کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ دوستی رکھتے ہوں ان سے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں] اور نیز فرمایا وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ [اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو اس نبی پر نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہوتے تو ان (کفار) کو دوست نہ بناتے]۔

ع تولّٰی بے تبرّیٰ نیست ممکن

[دوست بنانا اس کے دشمنوں سے بیزاری ظاہر کئے بغیر ممکن نہیں ہے] اس جگہ صادق آتا ہے نہ کہ اصحاب کرام کے بارے میں جیسا کہ رافضیوں نے گمان کیا ہے اس لئے کہ تبری دشمنوں سے ہونا چاہئے نہ کہ دوستوں سے۔ جو جماعت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے مشرف ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و دوستی کے ساتھ موصوف ہیں ان کی سختی اور شدت کفار کے ساتھ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [وہ کافروں پر نہایت سخت اور آپس میں نہایت مہربان ہیں]۔ اگر یہ کہیں کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے مظاہر اور آئینے ہیں، کمالاتِ الٰہی کا مظہر ہونے کے علاوہ
۱۱۷ ان کی کوئی اور حیثیت نہیں ہے جیسا کہ وحدۃ الوجود والوں کا مسلک ہے، پس سب کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے اور کسی شخص کے ساتھ بُرا نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ کہا گیا ہے ع

پس بدے مطلق نباشد در جہاں [پس دنیا میں بُرا ہرگز کوئی نہ ہوگا]

ہم کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ عداوت رکھنا، اُن کے ساتھ دوستی نہ کرنا اور ان کے ساتھ سختی اور جہاد کرنا دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ لوگ بذاتِ خود خواہ کیسے ہی ہوں نصوص کی پیروی کرنا ہم پر فرض اور لازمی ہے، ہم کو نص سے کام ہے نہ کہ فص (فصوص الحکم) سے، کل کو (قیامت کے روز) نجات نص سے وابستہ ہے نہ کہ فص سے۔ خواب و خیال اور کشوف و الہامات نص کے برابر نہیں ہو سکتے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہے اُسے (بھی) چاہئے کہ اپنے آپ کو کوشش کے ساتھ نصوص کا پیرو بنائے اور نصوص پر عمل کرے اگرچہ اس کے کشف و وجدان کے خلاف ہی ہو اور ہمیشہ التجا اور تضرع و زاری کرتا رہے کہ معاملہ کی حقیقت جیسا کہ

ل سورۃ ۵ آیت ۵۱ ۲ سورۃ ۵۸ آیت ۲۲ ۳ سورۃ ۵ آیت ۸۱ ۴ سورۃ ۴۸ آیت ۲۹

وہ ہے منکشف ہوجائے اور اس کی بصیرت کی آنکھ میں انبیائے عظام وصحابہ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے قدموں کی خاک کا سرمہ لگا ہوا ہو۔ ع

ایں کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند (یہ نصیب کی بات ہے دیکھے اب کس کو عنایت کرتے ہیں)۔

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ جو جماعت وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتی ہے وہ لوگ وجود کے لئے چند مراتب ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ کے احکام سے جدا قرار دیتے ہیں اور کثرت کے احکام کو جن پر کہ روشن شریعت کی بنیاد ہے ترک نہیں کرتے اور اس کے رفع (ترک) کو الحاد اور زندقہ شمار کرتے ہیں۔ ع

گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی (اگر تو حفظِ مراتب نہیں کرے گا تو زندیق ہو جائے گا)

پس امرِ معروف (نیکی کا حکم کرنا) اور اہلِ فسق و کفر کے ساتھ دشمنی رکھنا کثرت کے احکام میں سے ہے اس کو رفع کرنا بھی دوسرے تمام احکامِ شرعیہ کے رفع کی طرح الحاد و زندقہ ہے اور اگرچہ وہ لوگ بدیٔ مطلق کی نفی کرتے ہیں لیکن بدیٔ نسبتی کو ثابت کرتے ہیں۔ ع

بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بداں (اس کو بھی جان لے کہ بُرا ہمیشہ نسبت کے ساتھ بُرا ہوتا ہے)

اور کسی چیز کے بُرا ہونے اور اس سے پرہیز کرنے کے لئے بدیٔ نسبتی کا ہونا ہی کافی ہے۔ وحدۃ الوجود کے ماننے والے زہر سے پرہیز کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی) اس سے روکتے ہیں اور سانپ و بچھو کو مار ڈالتے ہیں اور لوگوں کو ان سے ڈراتے ہیں اور اپنے پیروی کرنے والوں اور معتقدوں سے راضی ہیں اور اپنے مخالفوں اور نہ ماننے والوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ مولوی روم قدس سرہٗ جو کہ صوفیائے وحدۃ الوجود کے سرداروں میں سے ہیں فرماتے ہیں ؎ ۱۱۸

منکرِ ایں حرف ایں دم در نظر شد مثل سرنگوں اندر سقر

(اس بات کا انکار کرنے والا شخص اس وقت ایسا دکھائی دیا کہ وہ دوزخ میں اوندھا پڑا ہوا ہے)۔ اور وہ لوگ لذیذ کھانے، شیریں پانی، نفیس چیزوں، خوش آوازی، خوشبو اور دلکش مناظر اور حسین صورتوں سے ان اضداد کی بہ نسبت زیادہ رغبت رکھتے اور لذت حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں اپنے ہم مشربوں کے حالات کی رعایت وحمایت زیادہ کرتے ہیں اور مقاماتِ ہلاکت سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور حتی الامکان اپنے فائدے کی چیزوں کو قبول کرتے اور نقصان دہ چیزوں سے خود کو حتی الوسع دور رکھتے ہیں اور تدبیرِ معاش و تربیتِ اولاد سے فارغ نہیں ہیں اور صلاح و مشورہ کو ترک نہیں کرتے اور اپنی عورتوں کو پردے میں رکھتے ہیں اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ کوئی نامحرم ان کے گرد بھٹکے اور دست درازی کرے اور اپنے بچوں کو بُری صحبت سے دور رکھتے ہیں اور ظلم و زیادتی کرنے والے کو سزا دیتے ہیں اور مریضوں کو نامناسب

غذا سے پرہیز کراتے ہیں، یہ سب کچھ احکام کثرت کی رعایت ہے یا کوئی اور چیز؟ بس کمینی دنیا کے کاموں میں ان احکام کی رعایت کرنا اگرچہ ان کا ترک کرنا مباح ہے، اور آخرت کے کاموں میں ان احکام کی رعایت نہ کرنا حالانکہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا حکم ان کے بجالانے کے لئے وارد ہو چکا ہے اور وحدۃ الوجود کے حیلے سے سر کو حلقۂ بندگی سے باہر نکالنا عجیب انصاف ہے اور عقلِ دور اندیش کے قاعدے سے بعید ہے اور اس کا منشا (اصل) اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری و تعمیل نہ کرنا اور ظہورِ نبوت کا اعتقاد نہ رکھنا اور قیامت اور اس کے عذاب و ثواب کا انکار کرنا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس سے بچائے۔ (آمین)

اہل وحدۃ الوجود میں جو حضرات مستقیم الاحوال (درست احوال والے) ہیں ان کی پابندئ شریعت اور دین میں پختگی کے قصے و واقعات مشہور و ماثور ہیں اور محتاجِ تحریر نہیں ہیں۔ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس یہ تمام احتیاط جو کہ وہ وضو و طہارت و نماز اور اس کے آداب میں برتتے تھے فرماتے تھے کہ یہ سب احتیاط میں نے اپنے والد بزرگوار کے عمل سے اخذ کی ہے (محض) کتابوں سے اس قسم کا عمل حاصل ہونا مشکل ہے اور اُن کے والد بزرگوار جو اس فقیر کے دادا تھے باوجودیکہ وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتے تھے اور فصوص الحکم (مصنف شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) کے ماہر و عالم تھے، ان کی پابندئ شریعت بھی کمال درجہ کی تھی جیسا کہ مشہور ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ احتیاط اپنے پیر شیخ رکن الدین قدس سرہٗ کے عمل سے اخذ کی ہے جو کہ سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ تھے وہ بھی توحیدِ وجودی کا مشرب رکھنے کے باوجود شریعت کی کامل پابندی کے ساتھ موصوف تھے اور حضرت شیخ نے اعمال میں یہ احتیاط اپنے شیخ و والد بزرگوار شیخ عبدالقدوس (گنگوہی) قدس سرہ سے حاصل کی تھی اور وہ وحدۃ الوجود کے مشرب میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے اور ہمیشہ ۱۱۹ مغلوب الحال رہتے تھے اس کے باوجود پابندئ شریعت اور ظاہری احتیاط میں بھی فردِ کامل تھے۔ حضرت خواجہ احرار (قدس سرہٗ) جو کہ نقشبندیہ کے چراغ ہیں باوجودیکہ وہ توحیدِ وجودی کے مشرب کی طرف مائل تھے شریعت کی پابندی اور اس کی ترویج میں بڑے ثابت قدم تھے، فرماتے تھے اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی شخص کو بھی پیری مریدی کرنے کی مجال نہ رہے لیکن مجھ کو ترویجِ دین کے لئے (اس دنیا میں) لایا گیا ہے نہ کہ پیری مریدی کے لئے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ علمِ حدیث میں صاحبِ اسناد تھے اور علم فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے آپ نے فرمایا ہے کہ بعض مشائخ نے حدیث حاسبوا قبل ان تحاسبوا (قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے خود ہی اپنا محاسبہ کر لیا کرو) کے مطابق اپنے دن رات کے اعمال کا محاسبہ اختیار کیا ہے، میں محاسبہ میں ان سے بڑھ گیا ہوں اور میں نے اعمال کے محاسبہ کے ساتھ خطرات کا محاسبہ بھی شامل کر لیا ہے۔ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ) و سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ) جو گویا کہ

اس مشرب کے بانی تھے سرتاپا احکامِ شریعت کے ساتھ آراستہ تھے نقل کرتے ہیں کہ جب بایزید (بسطامی قدس سرہٗ) نماز ادا کرتے تھے تو ہیبتِ الٰہی و تعظیمِ شریعت کی وجہ سے ان کے سینہ کی ہڈیوں سے چٹخنے کی آواز نکلتی تھی اور لوگ سنتے تھے۔ عوارف[1] میں حضرت جنید (بغدادی) قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص سے کہا جس نے معرفت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اہلِ معرفتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی طرف نیکی اور تقویٰ کے دروازے سے حرکات کے ترک تک پہنچ جاتے ہیں، پس جنید (قدس سرہٗ) نے فرمایا بلاشبہ یہ اس جماعت کا قول ہے جو اعمال کے ساقط کرنے کی باتیں کرتے ہیں اور یہ میرے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے جو شخص چوری اور زنا کرتا ہے اس کی حالت اس شخص سے بہتر ہے جو ایسی بات کہتا ہے، اور بیشک عارف باللہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اعمال کو اخذ کرتے ہیں اور ان اعمال میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر میں ہزار سال زندہ رہوں تو میں نیک اعمال میں سے ذرہ بھر بھی کم نہ کروں سوائے اس صورت کے کہ میرے اور ان (اعمالِ صالحہ) کے درمیان کوئی عذر حائل ہو جائے اور بیشک میری معرفت میں ان کی بڑی تاکید ہے اور میرے حال کو بہت قوت دینے والے ہیں۔ منقول ہے کہ منصور حلاج (قدس سرہ) اس سب دعویٰ (انا الحق) کے باوجود روزانہ دن رات میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور جس روز انھیں سولی دی گئی اس کی شب میں پانصد رکعت نماز ادا کی تھی۔ طبقات میں مذکور کامل مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اگرچہ ایک مادہ بکری سے ہو۔ اگر وحدۃ الوجود والوں کا مشرب تعرض و آزارِ خلق کا ترک ہوتا تو مولانا عبد الرحمن جامی (قدس سرہٗ) جو کہ اربابِ وحدۃ وجود کے کاملین اور ان کے محققین میں سے ہیں (اپنی) کتاب سلسلۃ الذہب میں اس جماعت کا ردّ کیوں کرتے اور ایک طویل مثنوی ان لوگوں کی تنبیہ میں کیوں لکھتے، مثنوی کا عنوان اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے "ان لوگوں کی مذمت میں جنھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد کو کم آزاری پر رکھا ہے اور اباحت و اتحاد کے گرداب میں جا پڑے ہیں"

مثنوی ۱۲۰

۱۔ ترکِ آزار کردن اے خواجہ	دفترِ کفر راست دیباچہ
۲۔ منکر آمد بہ پیشِ او معروف	شد بمنکر عنانِ او مصروف
۳۔ نفسِ محنت گزیں و راحت جوے	دارد ش در رہِ اباحت روے
۴۔ شد یکے پیشِ او حرام و حلال	می نہ اندیشد از نکال و وبال
۵۔ می شود مرتکب مناہی را	می فتد در عقب ملاہی را
۶۔ گاہ لاف از زند مذہبِ تجرید	گہ گزاف از مشربِ توحید

[1] عوارف المعارف علی ہامش الاحیاء جلد ۲ ص ۷ و ۸

۷- نیست لاف و گزاف او عاری — لیک او را چو نیک انگاری
۸- مذہبش جمعِ فضہ و ذہب ست — مشربش شربِ بادۂ عنب ست
۹- از علاماتِ عقل و دین عاری — مذہبش حصر در کم آزاری
۱۰- نہ ز احوالِ سابقش عبرت — نہ ز احوالِ لاحقش خبرت
۱۱- نسبتِ خود کند بدرویشاں — دم زند از ارادتِ ایشاں
۱۲- ہر کہ درویش از و بود بیزار — کے ز درویش آید ایں کردار
۱۳- نیست درویشی آنکہ زندقہ است — نیست جمعیت آنکہ تفرقہ است
۱۴- اصطلاحاتِ عارفاں از بر — کردہ وی می کند بیاں فرفر
۱۵- دلش از سرِّ کار واقف نہ — معرفت بے شمار عارف نہ
۱۶- ہمچو جوزِ تہی نماید نغز — لیک چوں بشکنی نیابی مغز
۱۷- کردہ وہم و خیال ناپاکاں — مندرج در عبارتِ پاکاں
۱۸- لفظہا پاک معنیش گرگیں — نافہ چین و نافہ سرگیں
۱۹- نافہ نگشادہ مشک افشاند — ور کشاید جہاں بگند اند

[[۱] خواجہ آزار کا ترک کرنا کفر کے دفتر کی تمہید ہے، مگر[۲] اس کے نزدیک معروف ہوگیا ہے اس کی باگ منکر کی طرف پھر گئی ہے، اس[۳] راحت کا محنت گزیں نفس اباحت کی جانب گامزن ہے[۴] اس کے نزدیک حرام اور حلال سب برابر ہیں؟ وہ عذاب اور وبال سے کچھ نہیں سوچتا، وہ[۵] ممنوعات کا مرتکب ہوتا ہے و فضولیات کے پیچھے پڑتا ہے، کبھی[۶] وہ تجرید کے مذہب کی ڈینگ ہانکتا ہے اور کبھی توحید کے مشرب کی شیخی مارتا ہے، اس[۷] کی لاف و گزاف خالی از علت نہیں لیکن اگر تُو اچھی طرح غور کرے تو دیکھے گا کہ[۸] اس کا مذہب سونا اور چاندی جمع کرنا ہے اس کا مشرب انگوری شراب پینا ہے[۹] وہ عقل و دین کی علامات سے خالی ہے اس کا مذہب کم آزاری میں محدود ہے، اس[۱۰] کو نہ احوالِ سابقہ سے عبرت ہے اور نہ احوالِ لاحقہ کی خبر ہے، وہ[۱۱] اپنے آپ کو درویشوں سے منسوب کرتا ہے اور ان سے ارادت کا دم بھرتا ہے۔ جو[۱۲] درویش ہے وہ اس شخص سے بیزار ہوتا ہے درویش کا یہ کردار کب ہوتا ہے، یہ[۱۳] درویشی نہیں ہے بلکہ زندقہ ہے اور یہ جمعیت نہیں ہے بلکہ تفرقہ ہے، اس[۱۴] نے عارفوں کی اصطلاحات زبانی یاد کی ہوئی ہیں اور وہ ان کو فر فر بیان کرتا ہے، اس[۱۵] کا دل حقیقتِ کار سے واقف نہیں ہے اس کو معرفت تو بہت ہے لیکن وہ عارف نہیں ہے، وہ[۱۶] خالی اخروٹ کی طرح ہے جو دیکھنے میں تو اچھا لگتا ہے لیکن جب تو اس کو توڑے تو اس میں مغز نہ پائے گا، اس[۱۷] نے بد باطن لوگوں کی قیاس آرائیوں کو نیک طینت لوگوں کی عبارتوں میں شامل کر دیا ہے[۱۸] اس کے الفاظ پاک اور اس کے معنی ناپاک ہیں

چین کا نافہ ہے اور اس کے اندر گوہر بھرا ہے، وہ نافہ کو کھولے بغیر (لفظی کا) مشک بکھیر رہا ہے اور اگر وہ نافہ کھول دے تو جہان میں بدبو پھیل جائے]

اور عوارف[1] میں ہے کہ جب حضرت سہل (قدس سرہ) سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہتا ہے کہ میں دروازے کی مانند ہوں جب تک مجھے حرکت نہیں دی جاتی میں حرکت نہیں کرتا۔ انھوں نے کہا کہ دو شخصوں میں سے ایک کے سوا اور کوئی شخص یہ بات نہیں کہتا (یعنی) یا صدیق کہتا ہے یا زندیق، اس لئے کہ صدیق یہ (مذکورہ) بات اصول کو قائم رکھتے ہوئے اور بندگی کی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اشیاء کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اور زندیق یہ بات اشیاء کو اللہ تعالیٰ پر حوالہ کرنے اور ملامت کو اپنی ذات سے ساقط کرنے اور دین اور اس کی رسوم سے آزاد ہونے کے لئے کہتا ہے۔ ۱۲۱

عجیب معاملہ ہے کہ جن لوگوں نے کم آزاری اور صلح کل کا مشرب اختیار کیا ہوا ہے ان میں سے ایک جماعت تمام فرقوں یعنی کافروں، یہودیوں، جوگیوں، برہمنوں، ملحدوں، زندیقوں اور ارمنیوں وغیرہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ صلح میل جول اور محبت رکھتے ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے والے لوگوں کے جو کہ اہل سنت و جماعت اور فرقہ ناجیہ ہیں اور جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ پر اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہیں کہ ان سے یہ لوگ بغض و عداوت رکھتے ہیں، ان کی صلح غیروں کے ساتھ ہے اور ان (مسلمانوں) کی ایذا و آزار کے درپے ہیں اور ان کی بربادی چاہتے ہیں۔ یہ عجیب صلح کل ہے کہ محمدیوں (مسلمانوں) کے ساتھ کہ جن کا پیشوا رحمۃ للعالمین ہے بغض و عداوت ہو اور غیر محمدیوں (غیر مسلموں) کے ساتھ کہ جن سے بغض رکھنا نصوص قرآنی سے ثابت ہے محبت و دوستی ہو، بیشک الکفر ملۃ واحدۃ (کفر سب کا سب ایک ہی ملت ہے) اچھی طرح غور کرلیں۔ اگر مخلوق سے ترک تعرض قابل تعریف ہوتا تو امر معروف و نہی منکر دین متین کے واجبات میں سے نہ ہوتے اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس امت کو اس جلیل القدر امر کے بجالانے کے باعث خیر امت نہ فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[2] [تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی تم معروف کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو] اور دوسری جگہ فرماتا ہے: اَلْآمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ[3] [وہ معروف کا حکم کرنے والے

[1] عوارف المعارف علی ہامش الاحیاء جلد ۲ ص ۱۲ [2] سورۃ آل عمران ۳ آیت ۱۱۰ [3] سورۃ ۹ آیۃ ۱۱۲

اور منکر سے روکنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں]۔ اور نیز فرمایا اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [مومن مرد اور مومن عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں، وہ معروف کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں] اور تمام انبیاء کرام اور ہمارے نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام وصحابہ وتابعین وتبع تابعین اور تمام سلف صالحین نے کسقدر کوششیں امر معروف ونہی منکر کے بجالانے میں کی ہیں اور کسقدر تکلیفیں اس کام کی انجام دہی میں اٹھائی ہیں (کسی) عبث کام کیلئے یہ تمام کوششیں کرنا اور تکلیفیں اٹھانا محض حماقت ہوتا۔ اگر ترک تعرض مستحسن (اچھا کام) ہوتا تو کسی منکر شرعی (برائی) کے دل سے بُرا جاننے کو ایمان کا سب سے ضعیف درجہ کیوں فرماتے۔ جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی منکر (خلافِ شرع کام) کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کو روک دے، پس اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۲ نے روایت کیا ہے۔ اور کسی شہر و بستی میں امر معروف ترک کرنے والے کو اس شہر و بستی والوں کے ساتھ عذاب میں کیوں داخل کیا جاتا اور اس بستی کے ساتھ اس کو بھی تباہ و برباد کیوں کیا جاتا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں کے ساتھ پلٹ دے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! اُن لوگوں میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے (ایک لمحہ) تک بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس بستی کو اس شخص پر اور ان لوگوں پر پلٹ دے کیونکہ بلاشبہ اس شخص کا چہرہ ہرگز ایک لمحہ کے لئے بھی اُن کے بُرے افعال پر متغیر نہیں ہوا۔ اس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ آیۂ کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ الآیہ [اے ایمان والو تمہارے اوپر تمہاری اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اگر تم نے ہدایت پالی ہے تو جو شخص گمراہ ہوا اس کا ضرر تم کو کچھ نہیں پہنچے گا] امر معروف ونہی منکر کے ترک پر دلالت کرتی ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ (دلیل) ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اهتدا کا لفظ جو اس آیۂ کریمہ میں آیا ہے اس کے معنی امر معروف ونہی منکر کو بھی شامل ہیں جیسا کہ مفسرین نے اس کو لکھا ہے یعنی جب تم اعمال صالحہ

لہ سورۂ ۹ آیۂ ۷۱ سلہ سورۂ ۵ آیۂ ۱۰۵

بجالاتے رہو اور امر معروف و نہی منکر کرتے رہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لئے کوئی نقصان نہیں رکھتی، اور اس آیت کا شانِ نزول بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ جب مسلمان ذلیل کفار کے انکار و عدمِ اطاعت سے دل تنگ ہوئے تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیۂ کریمہ سے تسلّی دی، یعنی جب تم نے اپنی طرف سے نہی منکر کر دیا اور سیدھے راستہ پر رہنمائی کر دی اور کفر و سرکشی سے ان کو ڈرا دیا تو اس کے بعد ان لوگوں کا کفر تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا، اور بعضوں نے اس آیۂ کریمہ کے ظاہری معنی لئے انھوں نے کہا ہے کہ یہ آیت امر معروف کی آیت سے منسوخ ہو گئی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے اپنے خطبہ میں کہا اے لوگو! تم یہ آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ پڑھتے ہو پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ بیشک جب لوگ کسی مُنکر (بُرائی) کو دیکھیں اور اس کو دور نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اُن سب پر عام کر دے (اس کو ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے)۔ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سب پر عذاب عام کر دے اور اسی کی دوسری روایت میں ہے؟ کوئی قوم ایسی نہیں ہے کہ جس میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اور وہ ان کے روکنے پر قادر ہوتے ہوئے بھی ان گناہوں کو نہ روکے مگر یہ کہ قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام کر دے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ کے بارے میں ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قسم خدا کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نیکی کا امر کرو اور برائی سے روکو یہاں تک کہ (اے مخاطب) جب تو دیکھے کہ لوگوں میں بُخل پر عمل ہو رہا ہے اور خواہشِ نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے کو پسند کرتا ہے اور تو کوئی ایسا (ناگوار) امر دیکھے جس سے تجھے مفر نہ ہو تو ان صورتوں میں تجھ پر اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دے، بیشک تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس نے ان ایام میں صبر کیا تو اس نے گویا کہ ہاتھ میں انگارا لیا، اس زمانے میں (احکامِ دین پر) عمل کرنے ۱۲۳
والے کے لئے اس جیسا عمل کرنے والے پچاس اشخاص کے عمل کے برابر اجر ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ان میں کے پچاس آدمیوں کے اجر کی برابر؟ آپ نے فرمایا، تم میں کے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر۔ رواہ الترمذی ابن ماجہ۔

اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ انبیائے کرام علیہم وعلی اتباعہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے اور اولیاء اللہ کا طریقہ ترکِ تعرض اور ترکِ امر معروف ہے جیسا کہ اس وقت کے بعض لوگ کہتے ہیں تو ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ ان امور کا وجوب و فرضیت اور ان کے بجالانے کی فضیلت اور ان کے

ترک پر وعید نصوص سے ثابت ہوچکی ہے اور فرضیت اور وعد و وعید تمام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں یہ خصوصیت نہیں ہوتی کہ بعض کے لئے ہوں اور بعض کے لئے نہ ہوں، خواص و عوام اور انبیاء و اولیاء فرائض کے بجالانے میں برابر ہیں، اور سب وعد و وعید میں داخل ہیں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ نجات کا حاصل ہونا اور کمال کے درجات تک پہنچنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہے، اولیاء اللہ نے ولایت و محبت و معرفت اور قربِ الٰہی سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور ان کے طفیل میں پایا ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی راہ انہی بزرگواروں کے اتباع پر موقوف ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (اس کی بدولت) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا)۔ اس (انبیاء علیہم السلام کی راہ) کے سوا جو بھی راستہ ہے وہ گمراہی کی طرف جاتا ہے اور شیاطین کا راستہ ہے، آیت کریمہ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ[2] (حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور ہے ہی کیا؟) اس معنی پر دلیلِ شافی ہے اور وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ[3] (اور بیشک یہ میرا راستہ ہی سیدھا ہے پس اسی پر چلو اور (اس کے علاوہ) دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اس (اللہ) کے راستے سے جدا کردیں گے) اس دعوی پر شاہدِ عدل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں چند اور خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ شیاطین کے راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس (راستہ) کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الآیہ اس کو امام احمد و نسائی و دارمی نے روایت کیا ہے پس جو شخص چاہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کی پیروی کے بغیر راہِ حق جل و علا میں داخل ہو اور کمال تک پہنچے وہ گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہ کرسکے گا اور اگر وہ کچھ حاصل کر بھی لے گا تو وہ استدراج ہوگا کہ جس کا نتیجہ آخرت میں خسارہ محرومی ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[4] ○ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔) ؎

محال ست سعدیؔ کہ راہِ صفا — تواں رفت جز در پے مصطفٰےؐ

(اے سعدی! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر راہِ صفا پر چلنا محال ہے)

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ جو کہ صوفیوں کے سردار اور سید الطائفہ ہیں فرماتے ہیں جس شخص نے

۱؎ سورۃ ۳ آیۃ ۳۱۔ ۲؎ سورۃ ۱۰ آیۃ ۳۲ ۳؎ سورۃ ۶ آیۃ ۱۵۳ ۴؎ سورۃ ۳ آیۃ ۸۵۔

قرآن مجید یاد نہیں کیا اور حدیث نہیں لکھی ہمارے اس مسلک میں اس کی اقتدا نہیں کی جائے گی' اس لئے کہ بیشک ہمارا یہ عمل کتاب اور سنت (حدیث) کے ساتھ وابستہ ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ سے پوچھا کہ شیطان کو اس راہ کے چلنے والوں پر کچھ قابو ہوگا؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس کی سرحد تک نہیں پہنچا ہے جب وہ غصہ میں ہوگا تو شیطان اس پر قابو پالے گا لیکن اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس حاصل کر چکا ہو اس کو غصہ نہیں آتا (بلکہ) غیرت (حمیّت) ہوتی ہے' جہاں کہیں غیرت ہوتی ہے شیطان بھاگ جاتا ہے" اور اس قسم کی صفت اس شخص کے لئے مسلّم ہوگی جو کہ اپنا رُخ راہِ حق کی طرف رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی کتاب اپنے داہنے ہاتھ میں لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بائیں ہاتھ میں لے اور ان دو انوار کے درمیان راہ طے کرے' حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید (کیفیاتِ وجد) ہم کو دے دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو ہم اس کو خرابی کے سوا اور کچھ نہ جانیں گے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع کر دی جائیں اور ہماری حقیقت کو اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کے ساتھ نواز دیا جائے تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

انصاف کرنا چاہئے (جبکہ) نبوت ختم ہو چکی ہے اور وحی کا زمانہ منقطع ہو چکا ہے اور دین کامل ہو گیا ہے اور نعمت مکمل ہو چکی ہے (تو) آج کوئی شخص کس دلیل اور کس سند سے ایسے محکم دین کو برطرف کر سکتا ہے اور (محض) اپنے خواب وخیال سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متفقہ کلمہ کو جو کہ قطعی وحی اور اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے ساتھ ثابت ہو چکا اور یقین کے درجے کو پہنچ چکا ہے (کس طرح) نظر انداز کر سکتا ہے' عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور خواب وخیال کے ساتھ دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور شیاطین کے راستوں سے دور رہنا چاہئے اور سنتِ عالیہ کے سیدھے راستہ کو ترک نہیں کرنا چاہئے' انبیاء علیہم السلام کا اتباع ہی نجات دینے والا اور برکت کا پھل دینے والا ہے اور اس کے سوا سب کچھ خطرہ ہی خطرہ ہے فالحذر کل الحذر (پس پوری طرح بچنا چاہئے)۔

نجاتِ قطعی کے راستہ کو چھوڑ کر خطرہ کی راہ اختیار کرنا' ملعون شیاطین کے جال میں پھنسنا اور اپنے آپ کو دائمی ہلاکت میں ڈال دینا عقل سے بہت ہی دور ہے جو وجد وحال اور خواب وخیال برحق پیغمبروں کے برخلاف ہو وہ کَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (اس کی حیثیت اس سراب کی سی ہے جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے) کے مصداق ہے' جب معاملہ اللہ تعالیٰ سے پڑے گا اور قبر و قیامت درپیش ہوں گی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے علاوہ جو کہ وحی سے ثابت شدہ ہے

کوئی چیز کچھ فائدہ نہیں دیگی اور نہ ہی اسوقت کچھ مدد کریگی، ہاں اگر احوال و مواجید اور کشوف و الہامات اس دینی ص۱۲۵
انبیاء علیہم السلام کی متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو نُورٌ علیٰ نور ہے، اور جب (سالک) اس کے کمال کو پہنچ جائے
تو معاملہ شریعت کی صورت سے شریعت کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ (یہ کمال) صحابۂ کرام و سلفِ صالحین
اور مستقیم الاحوال مشائخ کو حاصل تھا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ انتہائی درجہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

پس ثابت ہوا کہ قربِ الٰہی جل شانہ کے درجات کو پہنچنے کی راہ شریعت کے طریقے میں منحصر ہے جس پر پیغمبرِ خدا علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خود چلے اور دعوت دی اور جس کے لئے آپ مامور ہوئے خواہ وہ قربِ نبوت ہو یا قربِ ولایت اور (درجاتِ قرب کو) پہنچنے والے خواہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا اولیائے کرام، آیۂ کریمہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ [۱] [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں] اور آیتِ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [۲] [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا] بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں، اس راستے کے سوا اور جو بھی راستہ ہے گمراہی کی طرف جاتا ہے اور مطلوبِ حقیقی سے ہٹا ہوا ہے کل طریقۃ ردتہ الشریعۃ فہی زندقہ [ہر وہ طریقہ جس کو شریعت رد کرے زندقہ ہے] آیۂ کریمہ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا الاٰیۃ [۳] اور آیۂ کریمہ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ [۴] اور آیۂ کریمہ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ [۵] الاٰیۃ اور حدیث خط لنا الحدیث اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ اور (بہت سی) دوسری حدیثیں اسی معنی کی شاہد ہیں، اور یہ جو بعض اکابر کی عبارتوں میں آیا ہے کہ جو راستے اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پہنچانے والے ہیں وہ دو ہیں ایک راستہ وہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا راستہ وہ ہے جو قربِ نبوت سے متعلق ہے (یہ بات) اس تحقیق سے (کہ شریعت کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے) خلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں راستے شریعتِ عالیہ کے دائرے میں داخل ہیں اور یہ دونوں قرب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہیں جو کہ صراطِ مستقیم ہے پس جو شخص احکامِ شریعت کی بجا آوری اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے بغیر ان دونوں قرب میں سے کسی ایک قرب تک پہنچنا چاہے گا وہ اپنے مطلب کو نہیں پہنچے گا، گمراہ ہو جائے گا اور محروم و نامراد رہے گا۔ اسی طرح یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف (پہنچانے والے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں یہ (بھی) درست ہے اس لئے کہ ہر ظل کو اپنے اصل کی طرف شاہراہ ہے اور ہر مخلوق کا عینِ ثابتہ جدا ہے، اور جس مسئلہ کی وضاحت ہم کر رہے ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ تمام راستے وصول کے حق میں احکامِ شریعت کے

---

۱ سورۃ ۱۲ آیت ۱۰۸ ۲ سورۃ ۳ آیت ۳۱ ۳ سورۃ ۶ آیت ۱۵۳ ۴ سورۃ ۱۰ آیت ۳۲ ۵ سورۃ ۳ آیت ۸۵۔

بجالانے کے ساتھ مشروط ہیں جو شخص کہ شریعتِ عالیہ کے دائرے سے باہر نکل کر ان راستوں میں سے کسی راستے سے (اللہ تعالیٰ تک) آنا چاہے تو وہ راستہ ہی میں رہ جائے گا اور مطلب کو نہیں پہنچے گا ۱۲٦ے
۱۲٦ حصہ بلکہ گمراہ ہو جائے گا پس ان تمام راستوں کا منشا (اصل) شریعت ہی ہوئی اور یہ طریقے متعدد ہونے کے باوجود ایک ہی طریقے (یعنی شریعت) کی طرف لوٹ گئے، ایک طریق کہنا اس کے منشا کے اعتبار سے ہے اور متعدد طریقے کہنا ناشی کے اعتبار سے ہے اور دو طریقے کہنا طرقِ کلیہ کے اعتبار سے ہے اور بہت سے طریقے کہنا طرقِ جزئیہ کے اعتبار سے ہے۔ معارج الہدایہ میں ہے "بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ خالق کی طرف (لیجانے والے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں" لیکن وہ سب شریعتِ عظمیٰ کے دائرہ میں درج و شامل و داخل اور ڈھلے ہوئے ہیں جو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے اور یہ سب طریقے شریعت کے درخت کے تنے، جڑوں، شاخوں، رگوں اور ٹہنیوں، پتوں، پھولوں اور کلیوں کی طرح ہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ شریعت کے علاوہ کوئی اور چیزیں ہیں اور اس کے مخالف امور ہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس نے جان کو پیدا کیا اور دانہ کو شق کیا (پھاڑا) روشن دلیل اور خالص شریعتِ عالیہ کے علاوہ گمراہی اور اندھے پن کی بنیاد کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس حق کے محکم راستے اور اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم کے بعد شیطان مردود رجیم و ملعون کے راستوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے: فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ[1] (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[2] (اور بے شک یہی میرا راستہ سیدھا ہے سو اس پر چلو اور (دوسرے) راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا کر جدا کر دیں گے، یہ ہے جس کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ)

عوارف[3] میں ہے کہ متصوفین کی ایک جماعت جو اپنے آپ کو ملامتیہ کہتے ہیں اور وہ صوفیوں جیسا لباس پہنتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو صوفیوں کی طرف منسوب کریں اور اُن میں صوفیوں کی کوئی بات بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں مبتلا ہیں کبھی وہ اپنے بچاؤ کے لئے صوفیہ کے لباس کی آڑ لیتے ہیں اور کبھی صوفیت کے دعویٰ کے لئے پہنتے ہیں اور اہل اباحت کے طریقوں پر چلتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے دل سب سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگے ہوئے ہیں اور یہی اُن کے نزدیک مراد کا پالینا ہے اور (ان کے نزدیک) شریعت کے ظاہری اعمال کو بجالانا عوام کا اور ان لوگوں کا مرتبہ ہے جن کی سمجھ میں فتور ہے اور جو تقلید کے طور پر اقتدا کی تنگی میں گھرے ہوئے ہیں اور یہ (ان کا خیال) عین الحاد و

[1] سورۃ ۱۰ آیۃ ۳۲ [2] سورۃ ٦ آیۃ ۱۵۳ [3] عوارف علی ہامش الاحیاء جلد ۲ صفحہ ۴ و ۵۔

زندقہ اور اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے۔ وکل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ [اور ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کردے زندقہ ہے) اور ان فریب خوردہ لوگوں کی جہالت ہے (کہ وہ کہتے ہیں) کہ بلاشبہ شریعت عبودیت کا حق ہے اور حقیقت عبودیت کی حقیقت ہے حالانکہ جو شخص اہلِ حقیقت میں سے ہو جاتا ہے وہ عبودیت کے حقوق (یعنی شریعت) کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے اور اس سے کچھ اور امور و زیادات کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے جن کا کسی ایسے شخص سے مطالبہ نہیں کیا جاتا جو اس مقام تک نہ پہنچا ہو، نہ یہ کہ وہ مکلّف ہونے کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دے (مکلّف نہ رہے) اور اس کے باطن میں کجی اور انحراف کا فتور پیدا ہو جائے۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں امرِ معروف و نہی منکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں اچھی طرح مطالعہ کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور کرتے رہنا چاہیئے یا پھر یقیناً قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا ۱۲۷
عذاب بھیجے پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور عرس بن عمیرۃ الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب زمین میں (یعنی کسی جگہ) گناہ کا کام کیا جائے تو جو شخص اس جگہ موجود ہو اور وہ اس کو مکروہ جانتا ہو اور ایک روایت ہے کہ وہ اس کو بُرا جانتا ہو تو وہ ایسا ہے گویا کہ وہ اس جگہ موجود نہیں ہے اور جو شخص وہاں موجود نہیں ہے لیکن اس گناہ کو پسند کرتا ہو تو گویا کہ وہ وہاں موجود ہے، اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور عدی بن عدی الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے ایک غلام نے ہم سے حدیث بیان کی کہ اس نے میرے دادا سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دے گا مگر یہ کہ وہ کسی برائی کو اپنے سامنے ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور اس کو نہ روکیں پس جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دیگا اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے ان کے علما نے ان کو منع کیا پس وہ باز نہ آئے پھر وہ علما ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ مل کر کھانے پینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کی وجہ سے بعض کو سزا دی، اور حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر ان کو لعنت کی یہ اس لئے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حدِ اعتدال سے تجاوز کرتے تھے راوی نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیٹھ گئے اور آپ تکیہ (ٹیک) لگائے ہوئے تھے پس آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم عذاب سے نجات نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ تم ظالموں اور فاسقوں کو گناہوں سے روکو جیسا کہ روکنے کا حق ہے، اور اگر منع نہ کر سکو تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا ترک کر دو، اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حق یہ ہے کہ خدا کی قسم تم کو چاہیے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالم کے ہاتھ پکڑتے رہو اور اس کو برائی سے منع اور (زبان سے) حق پر آمادہ کرتے رہو، اور اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو ترکِ تعلقات کر کے ان کو حق کے سامنے جھکنے پر مجبور کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملا دے گا یعنی تم بھی ظالموں اور فاسقوں میں شامل ہو جاؤ گے پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم پر اسی طرح لعنت کریگا جیسا کہ اُن (بنی اسرائیل) پر لعنت کی (یعنی ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور واقع ہوگی، یا تم امر معروف و نہی منکر کرتے رہو اور نہ ماننے والوں سے ترکِ تعلقات کرو ورنہ لعنتِ خداوندی کے مستحق ہو گے) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تو میری امت کے لوگوں کو دیکھے کہ وہ ظالم سے یہ کہتے ہوئے ڈریں کہ تو ظالم ہے تو ان کی صحبت ترک کر دے (اوسط طبرانی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں سے سختیاں پہنچیں گی ان سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا مگر وہ بچے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہچانا ہوگا اور اس نے اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے اس پر جہاد کیا ہوگا پس وہ شخص ہے جس کے لئے دنیا و آخرت کی سعادتوں نے سبقت کی اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی (یعنی زبان و دل سے جہاد کیا نہ کہ ہاتھ سے پس اس کا درجہ پہلے سے کم ہے) اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا لیکن اس پر خاموش رہا (یعنی اس نے صرف دل کا جہاد کیا) پس اگر کسی شخص کو حق پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے محبت کرتا ہے اور اگر کسی شخص کو حق کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ شخص اس پوشیدہ محبت و بغض کے باعث نجات پائیگا (اس کا درجہ دوسرے سے بھی کم ہے) اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا ہو مگر یہ کہ اس کی امت میں سے اس کے حواری (مددگار) و اصحاب ہوتے تھے وہ اُس نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد اُن کے خلیفہ ہوئے جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا اُن کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مومن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، ان صورتوں کے علاوہ رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہیں ہے اس کو امام مسلمؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب کوئی گناہ پوشیدہ طور پر کیا جائے تو وہ صرف اپنے کرنے والے کو ضرر پہنچائیگا اس کے سوا کسی دوسرے کو نہیں، اور جب علانیہ گناہ کیا جائے اور اس کو نہ روکا جائے تو عام عذاب آئیگا (طیالسی عن ابن عمر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)

اس کو بدل دے عد ھب عن ابی امامۃ۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس وقت تک واجب ہے جبتک تمہیں یہ ڈر نہ ہو کہ تم بھی اسی میں مبتلا ہو جاؤ جس کے عمل سے تم منع کرتے ہو پس جب تم کو اس کا خوف ہو تو پھر تمہارے لئے خاموش رہنا حلال وجائز ہے، ابو نعیم والدیلمی عن مسور۔

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ان قوموں کی بابت خبر نہ دوں جو نہ انبیا ہیں اور نہ شہدا اور قیامت کے روز اُن پر انبیا اور شہدا اُن کے منازل کی وجہ سے رشک کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اس حال میں کہ پہچانے جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا دوست بناتے ہوں گے وہ زمین پر نصیحت کرتے ہوئے چلیں گے، آپؐ سے عرض کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دوست کیسے بناتے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا وہ لوگوں کو اس چیز کا امر کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس چیز سے منع کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے پس اگر وہ ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھے گا۔ ھب ابن سعد النقاش فی معجمہ وابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ۔ نیز حدیث شریف میں ہے جب میری امت میں گناہ کھلم کھلا ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اُن لوگوں پر عام کر دیتا ہے، آپؐ سے عرض کیا گیا کیا ان لوگوں میں اُس وقت نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن اُن کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو لوگوں کو پہنچے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رضوان کی طرف ہو جائیں گے حم طب عن ام سلمہ۔

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے بُری قوم وہ ہے جو شبہات کی آڑ لیکر محرمات کو حلال قرار دیتی ہے اور سب سے بُری قوم وہ ہے جو نیکی کا حکم نہیں کرتی اور بُرائی سے نہیں روکتی۔ (ابو الشیخ عن ابن مسعود)

اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے صاحب بدعت کو مرعوب کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت کو جھڑکا اللہ تعالیٰ اس کو فزعِ اکبر (قیامت کے دن کی گھبراہٹ) سے امن میں رکھے گا اور جس نے صاحب بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک درجہ بلند فرمائے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت سے ملاقات کے وقت خندہ پیشانی کے ساتھ تواضع کی تو اس نے شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ (ابن عساکر عن ابن عمرؓ) اور ایک روایت میں آیا ہے جس شخص نے صاحب بدعت سے اس کے ساتھ بغض رکھتے ہوئے روگردانی کی اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت کو جھڑکا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن دے گا اور جس نے صاحب بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سو درجہ بلند کریگا
۱۲۹ اور جس نے صاحب بدعت کو سلام کیا یا اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی اور اس چیز کے ساتھ جو

اس کو خوش کرے اس کا استقبال کیا تو بالضرور اس نے اس چیز کی اہانت کی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی زبان سے حق کو بلند کیا تو اس کے لئے اس کا اجر جاری ہوگا حتیٰ کہ وہ شخص قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا پس اللہ تعالیٰ اس کو پورا پورا ثواب عطا فرمائے گا۔ (سموبحل عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی مظلوم کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ اس کے لئے اس کا حق ثابت کردے اللہ تعالیٰ اس روز اس کے دونوں قدموں کو ثابت رکھے گا جس روز لوگوں کے قدم ڈگمگائیں گے۔ (ابوالشیخ وابونعیم عن ابن عمرؓ) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بالضرور میری امت کے کچھ لوگ گناہوں میں اپنی سُستی اور نہی عن المنکر سے باز رہنے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہوں گے اپنی قبروں سے بندروں اور خنزیروں (سوروں) کی صورت میں نکلیں گے (ابونعیم عن عبدالرحمٰن ابن عوفؓ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی، وہ لوگ بادشاہ کے پاس حاضر کیے جائیں گے تو اُن کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف حکم دیا جائے گا اور وہ اس کو منع نہیں کریں گے پس اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ (ابونعیم والدیلمی عن ابن مسعودؓ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی مومن شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھے اور وہ اس کو منع نہ کرے (الحکیم عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ یا ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ عدل کہنا ہے (خط عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا ہے (اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض (دشمنی) رکھنا ہے۔

اور درّہ بنت ابی لہبؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اُن میں پروردگار عزوجل سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ نیکی کا حکم کرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ برائی سے روکنے والا ہو (اس کو ابوالشیخ اور بیہقی نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں کی شفاعت کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان سے عذاب اور شر کو دور کر دیا جائے جب تک کہ وہ لوگ اس کے حق کو ہلکا نہ کریں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے حق کو ہلکا کرنا کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ جب علانیہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کیا جائے اور وہ اُس سے منع نہ کریں اور اس برائی کو نہ مٹائیں (اس کو اصفہانی نے روایت کیا ہے) اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی اچھی عادات کی

بخاری، مسلم، ابن ماجہ

وصیت فرمائی، مجھے وصیت فرمائی کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں، اور مجھے وصیت فرمائی کہ میں حق بات ہی کہوں اگرچہ وہ تلخ ہو (اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سنتے تھے کہ قیامت کے روز ایک شخص کسی شخص سے جھگڑا کرے گا حالانکہ وہ شخص اس کو پہچانتا نہیں ہوگا تو وہ اس کو کہے گا تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے حالانکہ میرے اور تیرے درمیان کوئی جان پہچان نہیں ہے پس وہ کہے گا تو مجھے غلطی اور برائی پر دیکھتا تھا اور مجھے منع نہیں کرتا تھا (اس کو رزین نے ذکر کیا ہے)۔

فضیلتِ جہاد:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ایسے ہیں م ۱۳۰
جن کو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال روزہ دار قیام کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تلاوت کرنے والے عبادت گذار کی سی ہے جو کہ نماز و روزہ ناغہ نہ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آجائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ بہت سے مومنوں کے دل اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے اور جدا رہیں اور میں ایسی سواری نہیں پاتا ہوں جس پر ان کو سوار کروں تو میں کسی لشکر سے جو کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو پیچھے نہ رہتا، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن سرحدِ اسلام کی پہرہ داری کرنا دنیا سے اور ہر اس چیز سے جو دنیا میں ہے بہتر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں کسی بندے کے دونوں قدم غبار آلود ہو جائیں پھر ان کو آگ بھی مس کرے (رواہ البخاری) اور نیز حدیث شریف میں ہے کافر اور اس کا قاتل (دونوں) ہرگز دوزخ میں اکٹھے نہیں ہوں گے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو دنیا کی طرف واپس آنا پسند کرے اور یہ کہ اس کے لئے زمین (دنیا) میں دلچسپی کی کوئی چیز ہو مگر شہید اس بزرگی (اور ثواب) کی وجہ سے جو وہ (بہشت میں) دیکھتا ہے آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ آئے اور دس بار (یعنی بکثرت اللہ تعالیٰ کی راہ میں) قتل کیا جائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دو شخصوں کی طرف ہنستا (یعنی رضا اور رحمت کے ساتھ متوجہ

ہوتا ہے جن میں سے ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا ہوگا اور وہ دونوں بہشت میں داخل ہوں گے، یہ
ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتال کرتا ہے پس قتل کر دیا جاتا ہے (اور وہ بہشت میں داخل ہوتا ہے) پھر
اللہ تعالیٰ قاتل کو (کفر سے) توبہ نصیب کرتا ہے (وہ ایمان لے آتا ہے) پھر وہ شہید کر دیا جاتا ہے (پس وہ بھی
بہشت میں داخل ہو جاتا ہے) (متفق علیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ
اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہدا کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی
مرے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مرا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے
دل میں جہاد کا خیال تک گذرا وہ ایک قسم کے نفاق پر مرا (رواہ مسلم)۔ اور نیز روایت ہے کہ ایک شخص
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص غنیمت
حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے اور ایک شخص ذکر (شہرت) کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے
کہ اس کا مرتبہ دیکھا جائے (شجاعت دکھانے یعنی ریا کے لئے لڑتا ہے) پس ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ
میں لڑنے والا (مجاہد فی سبیل اللہ) کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ۱۳۱
(دین) بلند ہو تو وہ (مجاہد) فی سبیل اللہ ہے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہر میت کا عمل
موت پر ختم ہو جاتا ہے (یعنی اس کا عمل اس کی زندگی تک ہے مرنے کے بعد اس عمل میں اضافہ نہیں ہوتا)
سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد اسلام کی چوکیداری کرتے ہوئے مرا پس بیشک اس کے
واسطے اس کا عمل قیامت کے روز تک بڑھایا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے (رواہ الترمذی
وابوداؤد والدارمی) اور نیز ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اونٹنی کی فواق (پہلی اور دوسری دفعہ دودھ دوہنے
کا درمیانی وقفہ) کی مقدار اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑا تو بلا شبہ اس کے لئے بہشت واجب ہو گئی اور جس
شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (دشمن کے ہتھیار سے) زخمی کیا گیا یا (کسی غیر دشمن سے) رنج و غم پہنچایا گیا پس
وہ زخم قیامت کے روز اس سے بہت زیادہ ہو کر آئے گا جتنا کہ دنیا میں تھا اس کا رنگ زعفران کا اور
اس کی بو مشک کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے پھوڑا نکلا تو اس پھوڑے یا پھوڑے والے پر
شہیدوں کی مہر ہوگی (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ
کے خوف سے رویا وہ دوزخ کی آگ میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس آئے (یعنی
ایسا ہونا محال ہے) اور کسی بندہ پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔
(یعنی اس شخص کو دوزخ کا دھواں نہیں پہنچے گا) (رواہ الترمذی) اور نسائی نے ایک اور روایت میں یہ
زیادہ کیا کہ کسی مسلمان کے دونوں نتھنوں کے بیچ ہرگز کبھی بھی (راہ خدا کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع

نہیں ہوگا) اور اُسی (نسائی ہی) کی ایک روایت میں ہے کہ کسی بندے کے پیٹ میں کبھی بھی (راہِ خدا کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا) اور کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمانِ (کامل) کبھی بھی جمع نہیں ہوں گے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ کبھی مس نہیں کرے گی، ایک وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے روئی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مجاہدین کی) نگہبانی کرتے ہوئے رات گذاری ہو (رواہ الترمذی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کفر کی سرحد پر) ایک دن کی پہرہ داری کرنا اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں ہزار روز سے افضل ہے (رواہ الترمذی والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ (نماز کے) اعمال میں سے کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا طویل قیام کرنا عرض کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا فقیر کا کوشش کرنا (یعنی فقیر کا فقر واحتیاج کے باوجود صدقہ دینا)، عرض کیا گیا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی ہجرت جس نے وہ چیزیں ترک کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہیں، عرض کیا گیا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اس شخص کا جہاد جو اپنے مال اور جان کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرے، عرض کیا گیا کہ کونسا قتل (شہادت) اشرف ہے؟ آپ نے فرمایا اس شخص کا جس کا خون بہایا جائے اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں (یعنی وہ خود بھی مارا جائے اور اس کا گھوڑا بھی) (رواہ ابوداؤد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ خصلتیں ہیں اول دفعہ (پہلے قطرہ خون کے گرنے) میں اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور (جان نکلنے کے وقت) جنت میں اُس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور بڑی گھبراہٹ (قیامت) سے امن میں ہوگا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا اور حور عین میں سے بہتر بیویاں اس کے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے رشتہ داروں میں سے بہتر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے جہاد کے اثر (زخم یا غبار یا تکلیف پانا یا خرچ کرنا وغیرہ علامت) کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس شخص (کے دین) میں نقصان ہوگا (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید قتل کا دکھ نہیں پاتا مگر اتنا جتنا کہ تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے کا دکھ پاتا ہے (رواہ الترمذی والنسائی والدارمی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن
غریب ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب ۱۳۲
کوئی چیز نہیں ہے ایک تو آنسوؤں کا وہ قطرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ایک قطرہ اس خون کا ہے

جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے اور دو نشانوں میں سے ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی جہاد میں زخم یا غبار وغیرہ) ہے اور ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض (نماز و حج وغیرہ) کے ادا کرنے میں پڑتا ہے (یعنی سردی میں وضو کرنے سے ہاتھ پاؤں پھٹ جانا یا گھٹنے و پیشانی کا نشان وغیرہ یا روزہ دار کے منہ کی بو یا سفرِ حج کا غبار وغیرہ) (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے) اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک لشکر میں نکلے پس ایک شخص ایک غار کے پاس سے گذرا جس میں کچھ پانی اور سبزی ترکاری تھی پس اس کے جی میں آیا کہ اس غار میں ٹھہرے اور دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے پس اُس نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں دینِ یہودیت یا نصرانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں دینِ حنیفیت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو کہ آسان ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے البتہ صبح کے وقت (یعنی دن کے ابتدائی حصہ یا شام کے وقت (یعنی آخری حصہ میں) اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور البتہ تم میں سے کسی ایک کا صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ برس کی نماز سے بہتر ہے (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن دنیا میں تین طرح کے ہیں ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر وہ شک و شبہ میں نہیں پڑے اور انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا (یہ اعلیٰ مرتبہ والے ہیں) اور (دوسرا) وہ جس سے لوگ اپنے مالوں اور جانوں پر امن میں ہیں (یعنی اگرچہ اس نے کسی کو نفع نہیں پہنچایا لیکن کسی کو ضرر بھی نہیں پہنچایا) پھر (تیسرا) وہ شخص ہے جو طمع پر جھانکتا ہے (یعنی اس کو طمع کا خیال آتا ہے) تو وہ اُس (طمع) کو اللہ عز و جل کے لئے چھوڑ دیتا ہے (یہ ادنیٰ قسم ہے اس کے بعد اور بھی اقسام ہیں لیکن وہ اعتبار کے لائق نہیں) (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھیجے اور خود اپنے گھر میں رہے تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بذاتِ خود جہاد کیا اور جہاد میں خرچ کیا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے چاہتا ہے ثواب کو کئی گنا زیادہ کر دیتا ہے] (رواہ ابن ماجہ) اور فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے عمر بن الخطابؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ شہید چار طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ شخص جو کہ کامل ایمان والا مومن ہے اُس نے (رضائے تعالیٰ کے لئے) دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ

وہ قتل کر دیا گیا پس یہ وہ شخص ہے کہ جس کی طرف (بلندئ مرتبہ کی وجہ سے) قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھیں اس طرح اٹھائیں گے اور (یہ کہہ کر) آپ نے اپنا سر اوپر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر پڑی (حضرت فضالہؓ سے نیچے کے راوی نے کہا) پس میں نہیں جانتا کہ اس (فضالہ) نے عمرؓ کی ٹوپی مراد لی یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹوپی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور (دوسرا شخص) وہ کامل ایمان والا مومن ہے جس نے (اللہ تعالیٰ کے) دشمن سے اس طرح پر ملاقات کی کہ بزدلی کی وجہ سے گویا اس کی کھال میں خاردار درخت کے کانٹے چبھوئے گئے ہیں (یعنی بزدلی سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے) اس کی طرف ایک ایسا تیر آیا جس کی سمت یا اس کا مارنے والا معلوم نہیں پس اس تیر نے اس کو مار ڈالا تو وہ شخص دوسرے درجے میں ہے اور (تیسرا) وہ مومن شخص ہے جس نے کچھ اچھے اور کچھ برے ملے جلے عمل کئے اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا پس یہ شخص تیسرے درجے میں ہے اور (چوتھا) وہ مومن شخص ہے جس نے اپنی جان پر اسراف کیا (یعنی بہت گناہ کئے) اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا پس یہ
شخص چوتھے درجے میں ہے (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے) اور نیز حدیث شریف ۱۳۳
میں ہے کہ جہاد میں مارے جانے والے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ مومن (کامل) کہ جس نے اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے مدمقابل آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ (جہاد کی مشقتوں پر صبر کے ساتھ) آزمائش کیا ہوا شہید ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے خیمہ میں اس کے عرش کے نیچے ہوگا اور انبیائے کرام اس سے درجۂ نبوت کی وجہ سے ہی زیادہ قرب الٰہی میں ہوں گے اور (دوسرا) وہ مومن شخص ہے جس نے کچھ اچھے کچھ برے ملے جلے عمل کئے اس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جب وہ دشمن کے مقابل آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ شہادت پاک کرنے والی ہے جس نے اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا بیشک تلوار خطاؤں کو بہت اچھی طرح مٹانے والی ہے اور یہ شخص [۱۳۴] بہشت میں جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا۔ اور (تیسرا شخص) منافق ہے جس نے اپنی جان و مال سے جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے سامنے آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا پس یہ شخص دوزخ میں ہوگا (اس لئے کہ) بیشک تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی (رواہ الدارمی) اور ابن عائذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ (کی نماز پڑھنے) کے لئے تشریف لے گئے پس جب جنازہ رکھا گیا تو (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس پر نماز نہ پڑھیں اس لئے کہ تحقیق یہ شخص فاجر (فاسق) تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف

متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اس کو کبھی اسلام کے کام پر دیکھا تھا؟ تو ایک شخص نے کہا کہ ہاں
یا رسول اللہ! اس نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر
نماز پڑھی اور (دفن کے وقت) اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا کہ تیرے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ بیشک تو دوزخیوں میں سے
ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ تو جنتیوں میں سے ہے اور فرمایا اے عمرؓ! تحقیق تجھ سے لوگوں کے اعمال
کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا و لیکن تجھ سے فطرت (تیرے دین) کے متعلق پوچھا جائے گا (اس کو بیہقی نے
شعب الایمان میں روایت کیا ہے[1])۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وفد تین ہیں غازی، حاجی
اور عمرہ کرنے والا (رواہ النسائی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کے کنارے پر ایک رات اللہ تعالیٰ
کی راہ میں نگہبانی کرنا کسی آدمی کے اپنے اہل و عیال میں رہ کر ایسے ایک ہزار سال کے روزے رکھنے اور راتوں کو
نماز میں قیام کرنے سے افضل ہے کہ جس کا ایک سال تین سو دن کا اور دن ہزار سال کا ہو (رواہ ابن ماجہ)
اور نیز حدیث شریف میں ہے سمندر میں ایک غزوہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا) خشکی میں دس غزوات کی مانند
ہے اور جس شخص کو سمندر میں (غزوہ کے لئے سفر کرتے وقت) دورانِ سر لاحق ہوتا ہے وہ (خشکی میں) اللہ تعالےٰ
کی راہ میں (قتل ہو کر) اپنے خون میں لت پت ہونے والے کی مانند ہے (اس کو ابن ماجہ نے ام الدرداء سے
روایت کیا ہے[2]) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کا ایک شہید خشکی کے دو شہیدوں کی مانند ہے اور
دو لہروں کے درمیان شہید ہونے والا دنیا (کی زندگی) کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گذارنے والے کی مانند ہے اور بیشک
اللہ تعالیٰ نے ملک الموت (موت کے فرشتے) کو روحیں قبض کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے سوائے سمندر کے
شہید کے کہ ان کی ارواح کو قبض کرنا وہ خود اپنے ذمہ لیتا ہے اور خشکی کے شہید کے قرض کے علاوہ اور
تمام گناہ بخش دیتا ہے اور سمندر کے شہید کے تمام گناہ اور قرض (بھی) بخش دیتا ہے (رواہ ابنِ ماجہ)
۱۳۲ اور ابی امامہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے جہاد کیا اور اس سے وہ اجر اور شہرت
(دونوں) طلب کرتا ہے اُس کے لئے کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے کچھ نہیں ہے، پس اس شخص
نے اس بات کو تین بار دہرایا (ہر بار آپؐ) فرماتے رہے اس کے لئے کچھ نہیں ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ
سوائے اس عمل کے جو اس کے لئے خالص ہو اور جس سے اس کی ذات ہی مطلوب ہو اور کسی عمل کو قبول نہیں
کرتا (اس کو احمد و نسائی نے روایت کیا[3]) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک سرحدی حفاظتی چوکیوں

---

[1] یہاں تک کی فضیلت جہاد کی احادیث مشکوٰۃ شریف کے کتاب الجہاد میں بھی ہیں [2] جمع الفوائد الجزء الثانی ص ۱۵
کتاب الجہاد۔ [3] التاج جلد ۴ ص ۳۰۳ کتاب الجہاد والغزوات الباب الثالث و جمع الفوائد جلد دوم ص ۱۸۔

میں (پہرہ دار کا) نماز پڑھنا (ثواب میں دوسری جگہ کی) پانچسو نمازوں کے برابر ہے اور ان (حفاظتی چوکیوں) میں ایک درہم و دینار خرچ کرنا ان کے علاوہ اور جگہوں میں سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے (رواہ البیہقی) اور ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ سرحدی چوکیوں میں نگہبانی کرتے ہوئے نماز پڑھنا (دوسرے مقامات کی) بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور اس روایت میں نکارت ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی آنکھ دوزخ کی آگ کو نہیں دیکھے گی (ایک) وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی ہو، اور (دوسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو، اور (تیسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے رُکی رہی ہو (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) کیا میں تم کو لیلۃ القدر سے افضل رات کی خبر نہ دوں (اور یہ وہ رات ہے جس میں) کوئی نگہبانی کرنے والا ایسی خوف کی سرزمین میں نگہبانی کرے کہ جہاں سے شاید وہ اپنے اہل وعیال کی طرف نہ لوٹے (اس کو حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز ہر آنکھ رونے والی ہوگی سوائے اُس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بند رہی ہو اور سوائے اُس آنکھ کے جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے مکھی کے سر کی مانند (آنسو) نکلا (رواہ الاصبہانی)۔ اور نیز حدیث میں ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا کسی قرضدار کی اس کی تنگی کی حالت میں مدد کی یا کسی مکاتب غلام کو آزاد کرانے میں اس کی مدد کی اس کو اللہ تعالیٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز اس (اللہ تعالیٰ) کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا (رواہ احمد والبیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر سایہ فرمائے گا اور جس نے غازی کے لئے جہاد کا سامان مہیا کیا تو اسے اُس (غازی) کے اجر کے برابر اجر ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائی تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے (یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے) اور اس کے وعدہ (یعنی ثواب عظیم) کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک گھوڑا باندھا پس تحقیق اس گھوڑے کی سیری و سیرابی (پیٹ بھر کر کھلانا پلانا) اور اس کی لید اور پیشاب (ثواب کی صورت میں ہو کر) قیامت کے دن اس کے (اعمال کے ساتھ) میزان میں تولے جائیں گے یعنی نیکیاں ہوں گی (رواہ البخاری وغیرہ)[1] اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کے لئے سعادت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی

---

[1] المشکوٰۃ کتاب الجہاد باب اعداد آلۃ الجہاد۔

راہ میں جہاد کرتے ہوئے کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہیں ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی مع اس اضافہ کے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے الحدیث (رواہ الطبرانی)[1] اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا (دوسری عام مساجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور سرحدی چوکی کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے الحدیث (رواہ ابوالشیخ وابن حبان) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا خواہ وہ ٹھکانے پر پہنچا ہو

۱۳۵ یا پہنچ گیا ہو اس کے لئے بنی اسماعیل میں سے چار آدمی آزاد کرنے کا ثواب ملے گا (رواہ البزار) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف کے اندر کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے (اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو ساعتیں ایسی ہیں جن میں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں کی جاتی، ایک وہ ساعت جبکہ نمازیں قائم کی جاتی ہیں اور (دوسری) وہ ساعت جبکہ (دعا کرنے والا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں (لڑائی کی) صف کے اندر ہو (رواہ ابن حبان)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک میں کسی (نیکی کے) موقف (جائے قیام) میں کھڑا ہوتا ہوں (اور اس سے) اللہ کی ذات (رضامندی) چاہتا ہوں اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ میرا (یہ) موقف دیکھا جائے (تو میرے اس عمل کا کیا حکم ہے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت[2] اتری: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ (پس جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) (اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تحقیق قیامت کے روز سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا ایک شخص ہوگا جو شہید کیا گیا ہوگا پس اس کو لایا جائے گا پھر اس کو اس کی نعمت سے متعارف کیا جائے گا پس وہ اس کو پہچان لے گا پھر اس سے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ تو نے اس (دنیا) میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں قتال کیا یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا تو نے جھوٹ کہا ولیکن تو نے اس لئے قتال کیا تا کہ کہا جائے کہ یہ بہادر شخص ہے پس البتہ (مجھ کو) یہ (بہادر) کہا گیا پھر اس کے لئے حکم دیا جائے گا پس اس کو منہ کے بل (اوندھا کر کے) گھسیٹ کر لے جایا جائے گا

[1] جمع الفوائد جلد دوم ص ۹ عن عمران بن حصین للکبیر والاوسط والبزار۔ [2] سورۃ ۱۸ آیت ۱۱۰

حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا الحدیث (رواہ مسلم والحافظ والنسائی والترمذی وابن خزیمہ فی صحیحہ)۔
اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص میرے ساتھ غزوہ (جنگ) میں شامل ہونے سے محروم رہا اس کو سمندر
میں (جنگ) کرنا چاہیے (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے شہدا تین قسم کے ہیں ایک وہ
شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ (ثواب کی نیت سے) اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اس کا یہ ارادہ
نہیں ہے کہ قتال کرے اور نہ یہ کہ وہ قتل کر دیا جائے لیکن وہ مسلمانوں کی جماعت کو بڑھاتا ہے پس اگر
وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کو عذابِ قبر سے نجات
دی جائے گی اور قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا اور حورِ عین کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی
اور اس کو عزت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج رکھا جائے گا، اور دوسرا وہ
شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ قتال کرے اور وہ قتل
نہ کیا جائے پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کی نشست اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن
(علیہ السلام) کے ہمراہ ہوگی وہ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ہوگا اور تیسرا وہ شخص
جو اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ وہ قتال کرے اور قتل کر دیا جائے
پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو وہ قیامت کے روز اپنی تلوار میان سے نکال کر بلند کئے ہوئے اور اس کو
اپنے کندھے پر رکھے ہوئے آئے گا جبکہ لوگ گھٹنوں کے بل جھکے ہوں گے (تیسری قسم کے شہدا) کہیں گے
دیکھو! ہمارے لئے جگہ کشادہ کر دو کیونکہ بیشک ہم نے اپنے اموال و خون اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ
میں خرچ کئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے
اگر وہ یہ بات ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی کے لئے بھی کہیں تو وہ نبی اُن کے لازمی حق کی وجہ سے جو وہ
دیکھتا ہے ان کے لئے راستے سے ہٹ جائے، یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے نور کے منبروں کے پاس حاضر
ہوں گے پس اُن پر بیٹھ جائیں گے (اور) دیکھیں گے کہ (دوسرے) لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا ۱۳۶
جاتا ہے، وہ نہ موت کا غم پائیں گے اور نہ ہی برزخ میں مکدر ہوں گے اور کوئی چیخ و پکار ان کو خوفزدہ نہیں
کرے گی اور حساب و میزان اور صراط ان کو غمزدہ نہیں کرے گا وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح
فیصلہ کیا جاتا ہے اور وہ جس چیز کا سوال کریں گے وہ ان کو دے دی جائے گی اور جس چیز کے بارے میں وہ
شفاعت کریں گے اُن کی شفاعت قبول کی جائے گی جنت کی جس چیز کو وہ پسند کریں گے وہ ان کو دے دی
جائے گی اور جنت میں وہ جہاں چاہیں گے ان کو رکھا جائے گا (رواہ البزار والبیہقی والاصفہانی) اور
نعیم بن عمار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ

کونسے شہدا افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ کہ اگر وہ (لڑائی کی) صف میں دشمن کے مقابل ہوں تو اپنے منہ کسی اور طرف نہیں پھیرتے یہاں تک کہ وہ قتل کردیئے جاتے ہیں وہ جنت کے بلند بالا خانوں میں چلے جائیں گے اور اُن کا رب ان کی طرف ہنسے گا (اُن سے خوش ہو جائے گا) اور جب تیرا رب کسی بندے کی طرف دنیا میں ہنستا (خوش) ہوتا ہے تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا (اس کو احمد و ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو سب سے زیادہ فیاض کی خبر نہ دوں اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ فیاض ہے اور میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ فیاض ہوں اور میرے بعد ان میں سب سے زیادہ فیاض وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا پھر اپنے علم کو پھیلایا وہ قیامت کے روز ایک امت (کی حیثیت) سے اٹھایا جائے گا اور وہ شخص ہے جس نے اپنی جان کے ساتھ اللہ عزوجل کیلئے جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا (رواہ ابو یعلی والبیہقی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اُن سے اظہارِ مسرت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔ ایک وہ شخص ہے کہ جب (دشمن کا) کوئی گروہ سامنے آتا ہے تو وہ بہ نفسِ نفیس اللہ تعالیٰ کے لئے قتال کرتا ہے پس یا وہ قتل کردیا جاتا ہے اور یا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کو کفایت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کی طرف دیکھو کہ اس نے اپنے نفس پر کس طرح صبر کیا۔ اور (دوسرا) وہ شخص ہے جس کی ایک خوبصورت بیوی ہے اور اس کا نرم خوبصورت بستر ہے پس وہ رات کو قیام (عبادت) کرتا ہے اور اپنی شہوت کو چھوڑ دیتا ہے اور مجھ کو یاد کرتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو سو جاتا، اور (تیسرا) وہ شخص ہے کہ جب وہ سفر میں ہو اور اس کے ساتھ اور سوار بھی ہوں پس وہ سب جاگتے ہوں پھر وہ سب سو جائیں پھر وہ شخص سویرے سے جاگ اٹھے خواہ وہ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن)۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ [اور صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے] دریافت فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ بیہوش ہوں؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ شہدا ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے اس کے عرش کے اردگرد ہوں گے پس ان کے پاس محشر کے فرشتے اچھی نسل کی تیز رفتار اونٹنیاں لائیں گے جن کا رنگ یاقوت جیسا خوشنما ہوگا جن کی مہاریں سفید موتیوں کی ہوں گی اُن کے

اور پر سونے کے کجاوے ہوں گے جن پر باریک اور موٹے ریشم کے پردے ہوں گے اُن کی زین کی گدیاں نرم
ریشم کی ہوں گی ان کے قدم لوگوں کی نظروں کی درازی تک پڑیں گے وہ جنت میں گھوڑوں پر
چلیں گے وہ طویل سیر و تفریح کے وقت کہیں گے کہ ہمیں لے چلو تاکہ ہم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق
کے درمیان کیسے فیصلہ فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف ہنسے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف میدانِ حشر
میں ہنسے تو اس پر کوئی حساب نہیں (رواہ ابن ابی الدنیا)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو قوم ۱۳۷
بھی جہاد ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے عذاب کو عام کر دیتا ہے (اس کو طبرانی نے اچھی اسناد
کے ساتھ روایت کیا ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ ہنستا
ہے ایک وہ شخص جبکہ وہ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور ایک وہ جماعت جبکہ وہ نماز میں صف
بناتی ہے اور ایک وہ جماعت جبکہ دشمن کے ساتھ قتال کرتے ہوئے صف بناتی ہے۔ اور نیز حدیث شریف
میں ہے کہ تم پر ہر امیر کے ہمراہ جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ امیر نیک ہو یا فاجر ہو اور اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کا
مرتکب ہو (یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جنت تلواروں کے
سایہ کے نیچے ہے (یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص
اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلا تو قیامت کے روز اس شخص کے لئے اس غبار کی مانند جو اس کو اس سفر میں
پہنچے گا مشک حاصل ہو گی (الضیا عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی
راہ میں تلوار میان سے نکالی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی (ابن مردویہ عن ابی ہریرہ) اور نیز حدیث
شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے سر میں درد ہوا پس اس نے ثواب کی امید رکھی تو
اس کے اس سے پہلے کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (طب عن ابن عمر) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ
جس شخص نے دشمن کے ہاتھوں سے کسی قیدی کو چھڑایا تو وہ قیدی میں ہوں (طص عن ابن عباسؓ)
اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ چند ساعتیں اللہ کی راہ میں لگانا پچاس حج کرنے سے بہتر ہے (یہ ابن عمرؓ
سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تلواریں جنت کی کنجیاں ہیں (ابوبکر بن عساکر عن زید)
تلوار شہادت کے لئے کافی ہے (عن سلمۃ بن المحبق) تلواریں مجاہدوں کی چادریں ہیں (فر عن ابی ایوب
المحاملی فی امالیہ عن زید بن ثابت)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا) کیا میں تم کو مرتبے کے اعتبار سے سب سے بہتر شخص کی خبر نہ دوں (یہ) وہ شخص (ہے) جس نے
اپنے گھوڑے کی باگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پکڑی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا یا مر گیا، کیا میں تم کو اس
شخص کی خبر نہ دوں جو اس سے ملتا ہوا ہے (یہ) وہ شخص (ہے) جو کسی گھاٹی میں تنہائی اختیار

کئے ہوئے ہے وہ نماز ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں (ت ک عن ابی ہریرۃ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کے تین درجے ہیں سفلی (نچلا درجہ) علیا (بلند درجہ) غرفہ (بالاخانہ) پس البتہ سفلی (نچلا درجہ) وہ اسلام ہے جس میں عام مسلمان داخل ہوں گے اور ان میں سے جب کسی سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا کہ میں مسلمان ہوں اور البتہ علیا (اعلیٰ درجہ) پس ان کے اعمال کا افضل ہونا ہے، بعض مسلمان بعض سے افضل ہوتے ہیں اور البتہ بلند بالاخانہ پس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کو وہی شخص حاصل کرتا ہے جو ان میں افضل ہو (طب عن فضالۃ بن عبید) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بیمار ہوا تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے ایک لاکھ غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر لکھا جاتا ہے جن میں سے ہر غلام کی قیمت ایک لاکھ ہو (ابن زنجویہ نے اہل حجاز میں سے کسی آدمی سے مرسلاً روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ۱۳۶
کھڑا ہونا خواہ وہ اس میں تلوار بھی نہ کھینچے اور نیزہ بھی نہ مارے اور تیر بھی نہ چلائے ساٹھ سال کی ایسی عبادت سے افضل ہے جس میں ایک پلک جھپکنے تک بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (ابن النجار عن ابن عمرؓ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جہاد ہمیشہ خوشگوار اور تر و تازہ رہے گا جبتک کہ آسمان سے بارش برستی رہے گی اور زمین سے نباتات اگتی رہے گی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایسی نسل پیدا ہو گی جو یہ کہیں گے کہ نہ جہاد ہے اور نہ سرحد کی نگہبانی ہے وہ لوگ دوزخ کی آگ کا ایندھن ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی پہرداری ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہل زمین کے صدقہ کرنے سے افضل ہے (ابن عساکر نے اس کو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے (جہاد کے لئے پالے ہوئے گھوڑے پہ خرچ کرنا ایسا ہے جیسا کہ صدقہ کے ساتھ ہاتھ کھول دینا کہ اس کو کبھی نہ روکے (یعنی ہمیشہ صدقہ کرتے رہنے کی مانند ہے) اور ان گھوڑوں کا پیشاب اور ان کی لید قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاکیزہ مشک کی مانند ہو گی (ابن سعد طب عن یزید بن عبد اللہ) - اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص سمندر (کے سفر) میں ایک دن بیمار ہوا تو یہ (بیمار ہونا) ایسے ایک ہزار غلام آزاد کرنے سے افضل ہے جن کو وہ قیامت تک ساز و سامان دیتا اور ان کے اوپر خرچ کرتا ہے الحدیث (کل عن علی)

حل

❖ ❖ ❖
❖ ❖
❖

مکتوب ۳۰

سیادت وافادت دستگاہ میرک شیخ کی خدمت میں آیۂ کریمہ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ کے اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنی عنایات میں شامل فرماکر باطنی جذباتُ وارداتُ کے ساتھ سربلند رکھے۔ ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر ست [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ[1] [جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] یہ آیتِ مبارکہ قرب کے مراتب کی جامع اور اہل اللہ کے سیر و سلوک کے نسخہ کا حاصل ہے کلمۂ ما جو کہ اس آیتِ کریمہ کے شروع میں ہے اس کا عموم تمام مراتبِ نفی کو شامل ہے اور اس آیۂ کریمہ کے رموز کے ساتھ متحقق ہونا ماسوا کے نام و نشان کو (بالکل) مٹا دینا اور کامل فنا تک پہنچا دیتا ہے جو کہ ولایت کا رکنِ اعظم ہے اور مَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ اثبات کے مراتب کا جامع ہے اور بقا کے لئے جو کہ فنا پر مبنی ہے ایک رمز (اشارہ) اور ولایت کا دوسرا رکن ہے، اور ولایت کے مراتب میں تفاوت اِن ہر دو رکن کے حصول میں سالکین کے قدموں کے تفاوت کے اعتبار سے ہے، کوئی شخص ان دونوں ارکان میں جسقدر راسخ قدم رکھتا ہوگا اتنا ہی کمالاتِ ولایت میں کامل ہوگا، سالکین میں سے ہر شخص ان دونوں کمالات کے حاصل کرنے میں بقدرِ ہمت و استعداد ہاتھ پاؤں مارتا ہے، کون صاحب دولت (صاحبِ استعداد) ہے
۱۳۹ جو اس آیتِ کریمہ کے اسرار کے بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کرکے ان دونوں کمالات کے جواہرِ نفیسہ سے کامل حصہ حاصل کرتا ہے اور مراتبِ نفی (درجاتِ فنا) کو طے کرکے اثبات کے بلند درجات سے کچھ حصہ پاتا ہے ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب   نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب میں بہت سی سعادتیں ہیں، دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں]

اللہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آلِ امجاد علیہ وعلیہم الصلوٰتُ والتسلیماتُ التحیاتُ البرکاتُ کے طفیل ہم جیسے درویشوں کو ان رموز کے ساتھ قدرے ایمان نصیب فرمائے اور اس سرچشمہ سے ایک گھونٹ عطا کرے۔

---

[1] سورہ ۱۶ آیہ ۹۶۔

مکتوب ۳۱

ایک اہلِ زمانہ کے نام اس کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جس میں اس نے درویشوں کے حال سے تعرض کیا تھا

آپ نے لکھا تھا " اپنی عمر میں ہرگز کبھی اس ذلت کے ساتھ زندگی نہیں گذاری جیسی کہ اب گذار رہا ہوں"

میرے مخدوم! جب کوئی عاجز بندہ اپنے ہی جیسے کسی بندے کی خوشامد کرتا ہے اور منت سماجت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی کا مستحق ہے کہ ذلت وخواری اٹھائے وہ غنیِ مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کا کیوں رُخ نہیں کرتا اور (وہاں) زاری والتجا کیوں نہیں کرتا کہ اس بات کی مستحق وہی ذات ہے اور مشکلات کو وہی حل کرتا ہے اور بس، رزق کی فراخی وتنگی بھی اسی کی طرف سے ہے نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف سے؛ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ [اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لگا دے تو اس کے سوا اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو بھلائی دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا " فقر ودرویشی تنہا یہی ذکر نہیں ہے الی آخرہ" میرے مخدوم! یہ بات اس شخص کو لکھیں جو فقر ودرویشی کا دعوی رکھتا ہو، یہ فقیر اپنے آپ کو فقر ودرویشی کی حقیقت سے منزلوں دور جانتا ہے، لوگ جو کچھ کہیں اس سے بھی زیادہ بُرا ہے اور جو عیب کہ ثابت کریں اس سے بھی زیادہ عیب دار ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ " مسلمانی کی غرض وغایت نرمی ومہربانی سے پیش آنا ہے الی آخرہ" ہر ایک مسلمان اپنی حسب استطاعت ان امور میں کوشش کرتا ہے لیکن جس چیز میں اس شخص کی طاقت نہیں ہے معذور ہے اور یہ ناکارہ اپنے آپ کو مسلمانی کے کمال اور اس کی حقیقت سے بہت ہی دور جانتا ہے جو کچھ آپ لکھتے ہیں درست ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اہل اللہ کے ساتھ اربابِ غرض کی صحبت مقاصد دنیا کے حصول کیلئے ہے یا آخرت کے فائدے کے لئے ہے سردست وقت کی پونجی دنیاوی فوائد کا حاصل کرنا ہے اور آخرت کا معاملہ بقدرِ اعمال وافعال پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ میں ہے" میرے مخدوم! جو شخص اہل اللہ کے ساتھ صرف دنیا کے لئے صحبت رکھتا ہے اور اس کو آخرت ملحوظ نہیں ہوتی وہ اُن (اہل اللہ) کی برکتوں سے مطلقاً محروم ہے اور دنیا وآخرت کا خسارہ ہی اس کی زندگی کا نصیب ہے، یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسے کوئی آخرت کے عمل کے عوض دنیا طلب کرے پس وہ محروم اور خسارے میں ہے جیسا کہ قرآن مجید اور

احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا ہے، یہ بات اُس بات کی مانند ہے جو ابوالفضل یا فیضی سے نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتا تھا "دنیا نقد ہے اور آخرت اُدھار، کسی شخص نے بھی نقد کو ادھار کے بدلہ میں نہیں بیچا ہے"۔ بیشک آخرت کا معاملہ بقدرِ اعمال پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے لیکن اعمال میں اخلاص اور اُن کا حسنِ قبول اہل اللہ کی صحبت سے (حاصل ہوتا) ہے۔ اخلاص کے بغیر عمل بے روح جسم کی مانند ہے جو قابلِ قبول نہیں ہے، اہل اللہ کی صحبت ہی ہے جو وجود کے تانبے کو معرفت کی کیمیا سے خالص سونا بنا دیتی ہے اور شیطان کے مکر اور نفسِ امارہ کی شرارت سے رہائی ان ہی بزرگوں کی صحبت سے متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے درجاتِ قرب اور اس کی معرفت کو پہنچنا جو کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہے ان اکابر کے باطن سے مطلوب ہے اور جو معاملہ کہ اعمال و افعال سے ماوراء ہے ان ہی کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔ نجس و حقیر دنیا کیا چیز ہے کہ جس کے لالچ میں کوئی شخص اہل اللہ کے ساتھ صحبت رکھے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی بادشاہ کے ساتھ اُس کے فُضلہ کی طمع میں صاحبت رکھے اگر ایسا ہو تو صوفیوں کا راستہ اور ان کے ارشاد و ہدایت کا طریقہ اور حق (اللہ تعالیٰ) کی طلب میں اُن کا میدانوں اور جنگلوں کو قطع کرنا جو کہ بزرگوں نے کیا ہے سب بیکار ہوگا، کوئی شخص فضلِ (الٰہی) کے بغیر (محض) اپنے عمل سے کسی مقام پر نہیں پہنچا ہے جس عمل کے درمیان عامل کا وجود آجائے اس کو دائرۂ اعتبار سے خارج جانیں اور عامل کے وجود کا درمیان سے اُٹھ جانا درویشوں کی صحبت میں (ہی) ہے، جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ نہ صرف یہ کہ صوفیائے کرام کی صحبت کے فوائد اور ان کے باطنی ارشاد سے انکار ہے بلکہ اُن اکابر صوفیہ کا انکار ہے جو کہ صاحبِ ارشاد ہوئے ہیں، آپ کے گمان میں اہل اللہ کے ساتھ ارادت رکھنا اور ان کی صحبت میں رہنا صرف اس ذلیل دنیا کے لئے ہے اور اکابر میں سے جو شخص کہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہا ہے اس کا مطمحِ نظر دنیاوی مقاصد
رہا ہے اور بس ——— ذٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ [یہ اُن کا مبلغِ علم ہے] اللہ تعالیٰ ہمیں اس اعتقاد سورۃ النجم آیۃ ۳۰
سے بچائے، آخرت کا معاملہ بقدرِ اعمال و افعال خالق (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ہے اور اہل اللہ کی صحبت اہلِ دنیا کی صحبت کی مانند نہیں جو دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

۱۳۱

مکتوب ۳۲

یار محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز سلطانہٗ کی بارگاہ میں شرک کے بغیر خالص دین مطلوب ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ ہم جیسے ناپختہ عاشقوں کو بے فائدہ کاموں کی گرفتاری سے نجات عطا فرما کر اپنی طلب و محبت میں یکجہت و یکسو کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے) اللہ تعالیٰ جل وعلا کی بارگاہ میں بلا شرکت غیرے خالص دین ہی منظور ہے اور ماسوٰی کے تعلق سے سلامت دل مطلوب ہے: اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (جبکہ وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم کے ساتھ آیا) جو دل کہ ماسوا کا مسکن ہے بارگاہ کبریا میں ذلیل و بے سروسامان اور انوار الٰہی سے خالی ہے۔ ع

در خانہ دو مہماں نگنجند　　[ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے]

(ماسوا سے) باطن کے تخلیہ کی فکر اہم امور میں سے ہے کیونکہ مہمان گھر کو خالی چاہتا ہے اور ہمارے حوصلہ کے مطابق اس سے بہتر میہمانی نہیں ہے انا عند منکسرۃ القلوب [میں شکستہ دل والوں کے پاس ہوں] (یہ حدیث قدسی ہے) عالم مجاز کے برعکس عالم حقیقت میں دل کا شکستہ ہونا اس کی سلامتی کا سبب ہے مرادوں کے نہ پانے اور ماسوٰی کی گنجائش سے جسقدر زیادہ شکستہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے انوار کے ظہور کیلئے اسی قدر زیادہ سالم ہوگا۔ والسلام علیکم

مکتوب ۳۳

حاجی محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کامیابی کا مدار شیخ کامل کی محبت اور روشن سنت کی پیروی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جو خط کہ برادر عزیز وارشد میاں حاجی محمد نے بھیجا تھا موصول ہو کر باعث مسرت ہوا، آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ مزید بھی توجہ کی جائے گی، لیکن جان لیں کہ کامیابی کا مدار باطنی رابطہ پر ہے جو مرید کی اپنے پیر سے محبت، عقیدت اس کا گرویدہ ہونے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے عبارت ہے، یہ رابطہ جس قدر قوی ہوگا اس (پیر) کے باطن سے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا، کامل و مکمل قطب کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنے کے لئے محض محبت اور باطنی رابطہ کا ہونا کافی ہے اگرچہ توجہ نہ بھی ہو اور محبت و رابطہ باطنی کے بغیر محض توجہ بہت کم اثر کرتی ہے توجہ کی تاثیر کے لئے توجہ حاصل کرنے والے میں صلاحیت قبول ضروری ہے ہاں جو توجہ کہ رابطہ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو جائے وہ نور علی نور ہوگی (غرضیکہ) کامیابی کا مدار رابطہ کی قوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے اتباع پر ہے

اگر ان دو باتوں میں رسوخ (پختگی) رکھتا ہے تو کچھ غم نہیں ہے انجام کار اس کو رائیگاں نہ جانے دیا جائے گا اور اکابر کے کمالات سے محروم نہ کیا جائے گا اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل آ گیا تو خطرہ ہی خطرہ ہے اگرچہ بہت زیادہ ریاضت کرے، والسلام

مکتوب ۳۴

حافظ عبد الکریم کے نام، حیاتِ دنیوی و حیاتِ برزخی کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ جو حیات کہ عالمِ دنیوی سے تعلق رکھتی ہے حس اور حرکت دو چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے اور جو زندگی عالمِ برزخ سے متعلق ہے محض حس ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی حرکت ہو، حق سبحانہ و تعالیٰ حکیم مطلق ہے اس نے ہر مقام کے مطابق ایک زندگی عطا کی ہے برزخ میں حس کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ الم اور لذت ظاہر ہو اور حرکت کی (وہاں) کچھ ضرورت نہیں ہے عالمِ دنیوی و اخروی کے خلاف کہ وہاں (حس و حرکت) دونوں درکار ہیں پس سمجھ لیجئے۔ والسلام

مکتوب ۳۵

جامع العلوم شیخ بدر الدین سلطانپوری کے نام اس بیان میں کہ قربِ ولایت میں فنائے علم و ارادت درکار ہے اور قربِ نبوت میں ان اوصاف کی فنا درکار نہیں ہے اور اس شبہ کے حل میں جو اس تحقیق پر وارد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ[1] [تیری ذات پاک ہے ہم کو اسی قدر علم ہے جتنا تو نے ہمیں دیا ہے بیشک تو ہی علیم و حکیم ہے] ع سورۃ بقرہ آیہ ۳۲

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! قربِ ولایت میں پوری کوشش سالک کے ارادے کی صفت کے زائل کرنے میں کرتے ہیں اور فنائے ارادہ کو ولایت کی شرط جانتے ہیں اور قربِ نبوت میں اس صفت کے بُرے متعلق کا زائل ہونا مطلوب ہے اور یہ صفت جو کہ فی نفسہٖ صفاتِ کاملہ میں سے ہے اپنے اصل حال پر رہتی ہے اور اس کا زوال مطلوب نہیں ہے اور اسی طرح قربِ ولایت میں اشیا کے علم کا زوال مطلوب ہے اس لئے کہ ما سوا کا

(۱؎ اس مکتوب میں یہ جملہ کئی جگہ آیا ہے غالباً اس سے بُرے ارادے اور اس کے متعلقات کا دور ہونا مراد ہے)

نسیان (بھول جانا) کہ فنا اسی سے عبارت ہے ولایت کے لئے شرط ہے اور قربِ نبوت میں اشیاء کے ساتھ ۱۴۳
گرفتاری کا زوال مطلوب ہے اور علم جو کہ فی نفسہٖ کمال کی صفت ہے اس کا زوال مطلوب اور لازمی نہیں ہے۔

سوال: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کہ اصالۃً قربِ نبوت سے متحقق ہیں قربِ ولایت ان کو بھی ہر وقت حاصل ہے پس چاہئے کہ ان کو دونوں قسم کے قرب کے حصول کے اعتبار سے ارادہ و علم ہر دو صفت کا زوال اور ان ہر دو صفت کا قیام ایک ہی وقت میں حاصل ہو حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے اور لوازم کی نفی ملزومات کی نفی کی دلیل ہے پس یہ دونوں قرب ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے اور یہ (ان دونوں کا ایک وقت میں جمع ہونا) خلافِ اصول و خلافِ واقع ہے ——— ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ قربِ نبوت میں دونوں صفتوں کے باقی رہنے کی شرط کو تسلیم کرنے کی صورت میں جو قربِ ولایت کہ قربِ نبوت کے بغیر ہوتا ہے وہ فنائے علم و ارادہ کے ساتھ مشروط ہے اور جب یہ قرب قربِ نبوت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے تو شرط و مشروط ہونا ممنوع ہے جیسا کہ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ ولایت کے دو جزو ہیں فنا اور بقا، فنا میں ان دونوں صفتوں (علم و ارادہ) کا زوال ہے اور بقا میں عارف کو ایک ارادہ اپنے پاس سے عطا فرماتے ہیں اور صاحبِ ارادہ بناتے ہیں اور اسی طرح بقا میں اگر زائل شدہ علوم عود کر آئیں تو اس کی گنجائش ہے پس قربِ ولایت والا (عارف) بقا کی حالت میں قربِ نبوت کے ساتھ متحقق ہو سکتا ہے اور وہ دونوں قربوں کا جامع ہوگا۔ یہ جواب مخدوش ہے اس لئے کہ یہ جمع و تحقق اس شخص کے حق میں ہے جو کہ قربِ ولایت کے راستہ سے قربِ نبوت تک عروج کرے اور ولایت کی فنا و بقا کو حاصل کر کے مقامِ نبوت کے کمالات تک پہنچے اور اس قسم کا وصول کمیاب ہے۔ لیکن جو شخص کہ قربِ نبوت کے راستہ سے واصل ہوا ہے جیسا کہ اس دولت کے عام واصلین اسی راستہ سے پہنچے ہیں اس کے حق میں ان دونوں قرب کا جمع ہونا مشکل ہے اس لئے کہ ان دونوں صفتوں کے ساتھ بقا کا حصول ان دونوں کی فنا کے ساتھ مشروط ہے اور قربِ نبوت کے راستہ میں یہ دونوں صفتیں لازمی نہیں ہیں اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ صفتِ ارادہ کا فنا ہونا قربِ ولایت میں مقصودِ اول اور بالاصالۃ شرط نہیں ہے، اصل مقصود ارادہ کے بُرے متعلق کا رفع ہونا ہے اور چونکہ
ولایت کے مقام میں ارادہ کے بُرے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے ۱۴۴
ارادہ کے رفع اور اس کی فنا میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کا بُرا متعلق رفع ہو جائے کیونکہ جب اصل ارادہ نہیں ہوگا تو اچھائی اور بُرائی سے اس کا تعلق صورت پذیر نہیں ہوگا: ثبّت الجدار اوّلاً ثمّ انقش

(پہلے دیوار قائم کر اس کے بعد اس پر نقش و نگار بنا) ۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ مقامِ ولایت میں بُرے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا یہ اس لئے ہے کہ قربِ ولایت ظلی قرب ہے اور اس مقام میں گرفتار ہونا ظل کے ساتھ گرفتار ہونا ہے اور ظلی قرب کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ صفتِ ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بُرے متعلق کو رفع کر سکے اس لئے ارادہ کے رفع میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس (کے بُرے متعلق) کا رفع ہونا سہولت کے ساتھ صورت پذیر ہو جائے اور قربِ نبوت میں قرب اصلی ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور قربِ اصل اور اس کے ساتھ گرفتاری کو ایسی قوت ہوتی ہے کہ صفتِ ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بُرے متعلق کو رفع کر سکتا ہے اسی لئے ارادہ کے رفع میں کوشش نہیں کرتے کیونکہ اس کے رفع سے جو مقصود تھا وہ بہت اچھے طریقہ پر حاصل ہو گیا ہے اور ارادہ فی نفسہا صفتِ کاملہ ہے اگر اس میں نقص اور برائی دخل پاتی ہے تو وہ اس کے متعلق کے ذریعہ آتی ہے اور جب اس کا بُرا متعلق دور ہو گیا تو حسن و کمال کے سوا اس میں کچھ نہیں رہا اور اس (ارادہ) کا باقی رہنا مطلوب بن گیا۔ اور اسی طرح ہم صفتِ علم کے بارے میں کہتے ہیں کہ قربِ ولایت میں زوالِ علم سے مقصودِ اول اشیا کے ساتھ گرفتاری کا زوال ہے اور چونکہ اس قرب میں اشیاء کی گرفتاری کا زوال اشیاء کے علم کے زوال کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے کہ قربِ ظلی اور ظل کے ساتھ گرفتاری کو اتنی قوت نہیں ہے کہ اشیا کے علم کے باوجود اشیا کے ساتھ گرفتاری کو زائل کر سکے اس لئے علم کے زوال میں کوشش کرتے ہیں اور اشیا کے نسیان (بھول جانے) کی طلب کرتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ گرفتاری نہ رہے اور قربِ نبوت میں اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری قوی ہے ہو سکتا ہے کہ اشیاء کے علم کے باوجود اشیا کی محبت و گرفتاری کو زائل کر دے اس لئے علم کے زوال میں کوشش نہیں کرتے کیونکہ یہ صفتِ کمال ہے بلکہ اس کی بقا مطلوب ہے اور علم کے زوال سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس قرب میں حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے اور ہم اصل سوال کا دوسرا جواب بتاتے ہیں کہ دونوں صفتوں (ارادہ و علم) کے زوال کا شرط ہونا ولایتِ صغریٰ میں ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے اور یہ ظلی ولایت ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی ولایت، ولایتِ کبریٰ ہے جو کہ اصلی ولایت ہے اور اس ولایت میں ان دونوں صفتوں کے زوال کا شرط ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔

۱۲۶۵

مکتوب ۳۶

شمس الدین خویشگی کے نام گناہ کے ظاہر و باطن کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ (پ ۸ سورۂ انعام آیت ۱۲۰)
بَاطِنَهٗ [ظاہری و باطنی گناہ کو ترک کردو] چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا
ہے جیسا کہ فرمایا ہے: وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً [اور اس نے اپنی ظاہری و باطنی (پ ۲۱ سورۂ لقمان آیت ۲۰)
نعمتوں کو تم پر پورا کردیا ہے] اس لئے گناہ کے ظاہر و باطن کے ترک کے ساتھ مکلّف کیا ہے تاکہ لوگ ان
دونوں قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک کے مرتکب ہو کر کفرانِ نعمت نہ کریں اور ہر دو طرح کے گناہ
ترک کرکے ظاہر و باطن کا شکر بجا لائیں، ہوسکتا ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد وہ ہو جس کو علمائے ظاہر
نے بیان کیا ہے یعنی حرام و مکروہ کا ارتکاب، اور باطنی گناہ سے مراد باطن کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ
کے سوا کسی اور کی طرف رکھنا اور ما سوی اللہ کے ساتھ محبت و گرفتاری ہے، جو دل کہ غیر اللہ کا
گرفتار ہے اس سے خیر (بھلائی) کی کیا توقع ہے جو روح کہ ماسوی اللہ کی طرف مائل ہے بارگاہِ کبریائی
میں ذلیل و خوار اور بے سر و سامان ہے، اہل اللہ کے نزدیک دل کی سلامتی اہم امور میں سے ہے اور
روح کی نجات مقصدِ اول ہے: اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ [جبکہ وہ (ابراہیمؑ) اپنے رب کے پاس (پ ۱۹ سورۂ شعراء آیت ۸۹)
قلب سلیم کے ساتھ آیا] اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور قرب کے درجات تک پہنچنا یہ سب ماسوی اللہ
کی محبت اور دید و دانش سے دل کے قطع تعلق پر موقوف ہے ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہوتیں۔ ع

در خانہ دو مہمان نگنجند [ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے]

اس بارگاہ میں خالص دین مطلوب ہے جس میں شرکت کی گنجائش نہ ہو: اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط (پ ۲۳ سورۂ زمر آیت ۳)
[آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے] والسلام

مکتوب ۳۷

غلام محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر مقصودِ اولی نہیں ہے او
جس عمل پر دوام نہ ہو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ اور سنّتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
کے راستہ پر قائم رکھ کر قرب کے درجات میں ترقیات عطا فرمائے۔ مکتوب عزیز موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا
آپ نے لکھا تھا کہ "اس محتاجِ دعا کو بعض اوقات اپنی فنائیت کا غلبہ حاصل ہوتا ہے اس وقت کبھی
ذکرِ قلبی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا" میرے مخدوم! ذکر مقصودِ اولیٰ نہیں ہے اس سے غرض مذکور

ذاتِ حق میں فنا ہونا ہے اور جب فنا فی المذکور جو کہ مقاصد میں سے ہے حاصل ہو گئی اگرچہ ذکر نہ بھی ہو پس فنا کی حالت میں جو کہ استہلاک اور بے شعوری کا وقت ہے اگر ذکر کو نہ پائیں تو کوئی نقص نہیں ہے مستہلک (فنائیت والا شخص) اگر ذکر کے باوجود ذکر کا احساس نہ کرے تو اس کی گنجائش ہے بلکہ فنا کی بعض اقسام میں ذکر کا زائل ہونا شرط اور لازمی امر ہے۔

میرے مخدوم! اگر ذکرِ قلبی سے دل کی حرکت و جنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری ۱۳۶
نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالتِ فنا کے بغیر جو چیز کہ دائمی و لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضورِ قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو۔ آپ نے فنا کی اور کوئی علامت تحریر نہیں کی تاکہ معلوم ہو جاتا کہ کس قسم کی فنا حاصل ہو رہی ہے، فنائے جذبہ یا فنائے سلوک، فنائے جسدی یا فنائے لطائف، فنائے قلب یا فنائے نفس، ہر ایک کے لئے آثار و علامات ہیں اور فنا میں معتبر وہ ہے جو دوام قبول کرے (ہمیشہ رہے) اور جو دوام نہیں رکھتی وہ معتبر نہیں ہے سوائے فنائے جذبہ کے۔ والسلام

مکتوب ۳۸

رفعت بیگ کے نام ان امور کو بجا لانے کی ترغیب میں تحریر فرمایا جو اس راہ کے طالب کیلئے ضروری ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بسم اللہ والسلام علیٰ رسول اللہ [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو] برادرِ عزیز میر رفعت بیگ آپ تعلقات کی پستی سے حقائق کی بلندی پر فائز ہوں اور ظاہر کی تنگی سے باطن کی وسعت کی طرف مائل ہوں، چند روزہ زندگی کو کہ جس کی بدولت ہمیشہ کا ملک حاصل ہوتا ہے فضولیات میں صرف نہ کریں اور حضرتِ بیچونِ حقیقی اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ رہنے کو ترک نہ کریں ؎

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار　　می دار نہفتہ چشمِ دل جانبِ یار

[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھ] تاریک راتوں کو اذکار کی پابندی کے ساتھ روشن رکھیں، صبح کے وقت کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، عمر کا بہترین حصہ ہاتھ سے جا رہا ہے اور کام کا معاملہ انجام کو پہنچ رہا ہے ہم کس منہ سے آج کا کام کل پر ڈال لیں کیونکہ ہر آج کا کل نہیں ہے اصل کی فکر کرنی چاہئے اور ظل سے اصل کی طرف جانا چاہئے، فَفِرُّوا إِلَى اللهِ [پس اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو]۔

؎ دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں　　گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے] والسلام

۱۴۷

مکتوب ۳۹

ملا حسن علی کے نام اس شبہ کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا جو انہوں نے میرزا عبید اللہ کے نام تحریر کردہ مکتوب پر کیا تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! آپ نے لکھا تھا "فلاں مکتوب ہے جو کہ عرفان شعار عبید اللہ بیگ کے نام لکھا گیا تھا بہرہ مند ہوا الخ"، اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کوئی شخص اس جگہ یہ کہے کہ یہ فرق و امتیاز مقامِ شریعت میں ہے اور جو لوگ کہ سب کو یکساں جانتے ہیں تو یہ مقامِ طریقت کے لحاظ سے ہے جیسا کہ کسی دوسرے رسالہ میں دیکھا گیا کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام خلقت کا ردّ و قبول ہے جب وہ اہلِ طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر ردّ و اعتراض نہیں کرنا طریقت میں سراسر صلح اور سب کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ وہاں دشمنوں کے ساتھ جنگ اور دوستوں کے ساتھ صلح ہے پس جس بزرگ سے بھی کسی شخص کے حال پر نظر کرتے ہوئے ردّ و اعتراض کی بات واقع ہوئی ہے وہ شریعت کے غلبہ سے ہو گی نہ کہ طریقت کے غلبہ سے"، اس سوال کے جواب کی استدعا کی ہے۔

میرے مخدوم! اس سوال کا جواب برادرم عبید اللہ بیگ کے مکتوب سے حاصل ہو جاتا ہے بظاہر اچھی طرح غور نہیں کیا گیا ہے اس کے باوجود ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اگر مقامِ طریقت میں سب کو یکساں دیکھنے اور امتیاز نہ کرنے سے سائل کی مراد ذوق و حال کے طریق پر ایک طرح کا وجدان ہے جو کہ اختیار سے باہر ہے تو مسلّم ہے اس لئے کہ اس دید والا شخص مقامِ جمع میں مستہلک اور مرتبۂ وحدت میں مستغرق ہے اور مستہلک کو اچھے اور بُرے میں تمیز کرنا مفقود ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر دیکھتا ہے لیکن چونکہ مقبول ہے اس لئے لغزش سے محفوظ ہے اور وہ احکامِ بندگی کی فروگذاشت سے مامون ہے، اس کا باطن مستہلک (فانی) ہے اور اس کا ظاہر احکامِ شریعت کے ساتھ آراستہ ہے، یہ (مذکورہ) مراد ہمارے (مکتوب کے) بیان کے ساتھ کوئی مخالفت و تضاد نہیں رکھتی اور اس کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ اہلِ طریقت شریعتِ حقّہ کے دائرے سے باہر آ چکے اور تکالیفِ شرعیہ سے آزاد ہو چکے ہیں اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نکال چکے ہیں تو یہ ناقابلِ قبول و ناقابلِ سماعت ہے اور اس کا معتقد ملحد و زندیق ہے آسمانی (خداوندی) احکام تمام لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں بعض اشخاص کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے اور عوام
۱۴۸ و خواص احکامِ شرعیہ کے بجا لانے میں برابر ہیں، اہلِ شریعت و اہلِ طریقت و اہلِ حقیقت کو فرائض کے

بجا لائے اور محرمات سے پرہیز کرنے سے چارہ نہیں ہے اور کوئی شخص بھی واجبات کے ترک اور ممنوعات کے ارتکاب میں کسی طرح معذور نہیں ہے پس آپ نے اس رسالہ میں جو یہ دیکھا ہے کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام مخلوق کو ردّ و قبول کرنا ہے اور جب وہ اہلِ طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر ردّ و اعتراض نہیں کرتا الخ کیونکہ ہر شخص احکامِ شرعیہ کا پابند ہے اور کوئی شخص اس دائرے سے باہر نہیں ہے کہ (شریعت کے بغیر) اہلِ طریقت میں سے ہو جائے اور اچھے اور برے کے ساتھ دوستی اور صلح پیدا کرے اور مخلوق پر ردّ و اعتراض کا ترک اختیار کرے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس قدر رحمت اور مہربانی کے باوجود ذلیل کفار کے ساتھ تبرّا اور عداوت کا اظہار فرماتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ عداوت و سختی و بغض و قتال کا امر کرتا ہے، یہ عجیب مسلمانی ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس قسم کے دشمنوں کے ساتھ اس کے فرمان کے برخلاف صلح رکھے اور اظہارِ دوستی کرے، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے قرب و ولایت کا دعویٰ کرے، ولایت و قرب اسلام کی فرع ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهٗ مِنْهُمْ [اور تم میں سے جو کوئی ان (یہود و نصاریٰ و جملہ کفار) کے ساتھ دوستی رکھتا ہے پس وہ انہی میں سے ہے) اور نیز فرماتا ہے: وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ أَوْلِيَاءَ الآیۃ (اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس چیز پر جو اس کی طرف اتاری گئی ہے ایمان لائے ہوتے تو ان (کفار) کو اپنا دوست نہ بناتے] مختصر یہ ہے کہ اہلِ حال اپنے حال میں معذور ہے اور اس حال کے مطابق عمل کرنے میں مجبور ہے لیکن اس رسالہ کی عبارت کو شہود و حال پر محمول کرنا چاہیے پس بیشک سکر والوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہ حال جو کہ اچھائی اور برائی کے درمیان تمیز کو مٹانے والا ہے یہ طریق ولایت میں بھی نقص ہے کمال یہ ہے کہ سکر سے صحو میں آئے اور جمع سے فرق بعد الجمع کی طرف اور کفر سے اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ والسلام علیکم

مکتوب ۴۰

رفعت بیگ کے نام نصیحت کے طور پر تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار — بگزارند و سرِ طرۂ یارے گیرند

[میں مصلحت اس میں دیکھتا ہوں کہ دوست سب کام چھوڑ دیں اور ایک دوست کی زلف کے خیال میں محو ہو جائیں] اے شفقت کے آثار والے! عمر عزیز گذری جا رہی ہے اور مقررہ ساعت قریب آ رہی ہے

اس طرح زندگی بسر کریں کہ وقتِ عزیز باطن کی اصلاح میں گذرے اور دل کی تعمیر میں صرف ہو جو کہ مولیٰ تعالیٰ کی نظرِ (عنایت) کا مقام ہے، قبر و قیامت کے لئے تیاری میں کوشش کریں، اندھیری راتوں کو اذکار کی پابندی کے ساتھ منور کریں، صبح کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، دن رات میں ایک دو وقت تنہائی کے لئے مقرر کرنے چاہئیں کہ کوئی شخص اس وقت میں دخل انداز نہ ہو اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ دل کی وسعت میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے ع ۱۳۹

این کار دولت است کنوں تاکرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۴۱

ملا محمد شریف کابلی کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کے لئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے:

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ گرامی مولانا محمد شریف کا خط موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے اور مشائخ کی محبت اور عقیدت پر جو کہ اعلیٰ مقاصد تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں ہمیشگی اور پختگی عنایت فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جو چیز آپ کے دل کی تکلیف کا باعث ہوئی ہے وہ بندہ سے واقع نہیں ہوئی ہے، کابل کے دوستوں نے بعض اغراض کے تحت کچھ باتیں پہنچا کر آپ کو رنجیدہ کر دیا ہے" میرے مخدوم! کابل کے لوگوں میں سے کسی نے آپ کی جانب سے کوئی ایسی بات نہیں پہنچائی جو فقیر کے دل کو رنج پہنچانے کا باعث ہو اور فقیر کا دل کسی وجہ سے بھی آپ سے آزردہ نہیں ہے سوائے مولانا محمد صدیق کی رنجیدگی کی وجہ کے کہ جس کا دور ہونا مولانا کی رنجیدگی کے دور ہونے سے وابستہ ہے اس کے علاوہ فقیر کو آپ کی نسبت سے کسی بھی طرح کی رنجیدگی نہیں ہے جس شخص نے بھی آپ کو اس کے خلاف (کوئی بات) پہنچائی ہے خلافِ حقیقت ہے، آپ اس جانب سے خاطر جمع رکھیں اور آپ کے لئے مولانا محمد صدیق کو راضی کرنا لازمی ہے، بہر حال مشار الیہ (مولانا موصوف) کو خود سے راضی کریں تاکہ تمام پیروں کا باطن آپ سے راضی ہو جائے اور فیوض کے دروازے کھل جائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۲

ملا محمد قلے کے نام اس خط کے جواب میں جو انہوں نے معیشت کی تنگی کے بارے میں لکھا تھا اور فقر کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۱۵۰ الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادرم مولانا محمد وفا کا مکتوب مرغوب جو کہ محبت کی خبر اور ذوق و شوق کا پتہ دینے والا تھا پہنچ کر باعثِ مسرت ہوا، امید ہے کہ (آئندہ بھی) اسی طریق پر حالات لکھتے رہیں گے کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے، فقر سے دل تنگ نہ ہوں اور معیشت کی تنگی سے گرانی محسوس نہ کریں اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے)۔ حق تعالیٰ جل و علا کے طالبین کو چاہئے کہ اس کے ہر فعل سے خوش و خرم رہیں بلکہ لذت حاصل کریں جو کچھ محبوب حقیقی کی جانب سے آتا ہے وہ محبوب ہے خواہ رنج والم ہو یا انعام، نعمت ہو یا نقمت (عتاب) ہے

مے تلخ است جورِ گلعذاراں کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

(حسینوں کا جور و ستم تلخ شراب ہے کہ اسے جتنا پیا جائے خوشگوار لگتی ہے) ظاہری تنگیوں کے وقت باطنی کشادگی و فراخی دوچند ہونی چاہئے کہ ظاہر کی خرابی باطن کی تروتازگی کا سبب ہے (تو پھر) وہ باطن سے بے توجہی کا سبب کیسے ہوگی اور عجیب و غریب احوال جو اس سے پہلے پیش آتے تھے اب کیوں پیش نہیں آتے، اب کیا آفت آگئی ہے، کیا مولائے حقیقی جل شانہ کی محبت و دوستی وسعت و فراخی کے وقت پر ہی موقوف ہے جو تنگی کے زمانے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ گذشتہ حالت کے برخلاف کلی طور پر حق جل و علا کی جانب آجائیں اور ظاہر و باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی طلب سے ہرگز غافل نہ ہوں، آپ کیسے اچھے احوال بیان کرتے تھے افسوس ہے کہ آپ اپنی استعداد کی لطافت کو خاک میں ملا رہے ہیں اور نفیس جواہرات کے بدلے چند ٹھیکریوں پر اکتفا کر رہے ہیں۔ پس اس شخص پر نہایت افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کیا اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے حدود اللہ سے تجاوز کیا، دنیوی مال و متاع کی کمی آخرت کے حساب کی سہولت کا سبب ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے دو چیزیں ہیں جن کو ابنِ آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے آزمائش سے بہتر ہے اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کی سہولت کا سبب ہے، دنیا کی مصیبتیں مراتبِ آخرت کا وسیلہ ہیں اور اس (دنیا) کی نعمتیں اُس (آخرت) کے نقصان کا سبب ہیں ــ حدیث شریف میں ہے دنیا کی شیرینی (لذت) آخرت کی تلخی ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی (لذت) ہے ــ اور حدیث شریف میں ہے قیامت کے روز لوگوں میں سب سے زیادہ بھوکا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرا ہوگا ــ اور نیز حدیث شریف میں ہے اُف دنیا اور اس کی آزمائشیں کیسی ہیں کہ اس کے حلال کا (بھی) حساب ہوگا اور اس کا حرام تو عذاب ہے گا۔

اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں اس کا درجہ بلند کر دیا جائے پھر اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا ایک درجہ کم کر دیتا ہے جو اس درجہ سے زیادہ بڑا اور بلند ہوتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے، آپ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں، آپ نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو، جان لیں کہ جو شخص پوری ہمت و کوشش کے ساتھ آخرت کے کام میں متوجہ ہوگا اور اپنی پوری توجہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رکھے گا حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کے دینی اور دنیاوی امور کے لئے کافی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی تمام فکروں کو ایک ہی فکر یعنی آخرت کی فکر بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کے لئے کافی ہوگا اور جس شخص نے احوالِ دنیا سے مختلف فکریں (اپنی جان کو) لگالیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان (فکروں) کی کس وادی میں ہلاک ہوا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ دنیا اس کی سب سے بڑی فکر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا پس وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص مسلمانوں کے لئے اہتمام نہیں کرتا تو وہ ان میں سے نہیں ہے، آپ نے تنگئ معاش دور ہونے کے لئے صبح کی نماز کے بعد بعض آیتوں کے پڑھنے کی اجازت مانگی تھی میرے مخدوم اگر اس (تنگی کے) دور کرنے میں نیت اچھی ہے تو کیا حرج ہے پڑھ لیا کریں۔

مکتوب ۴۳

خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام حصولِ قربِ الٰہی جل شانہ کے ذرائع کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً اللہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد روزمرہ کے امور لائقِ شکر ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی خیر و عافیت، شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت، موانعات کا دور ہونا اور حقائق کے ساتھ آراستگی کی دعا کی گئی ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولیابی نے مسرور کیا، ذوقِ طلب کے بارے میں جو کچھ درج کیا ہوا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس گرمئ شوق کو اور زیادہ کرے اور اس کے شعلے کو باطن میں اور بھڑکائے تاکہ دنیاوی تعلقات سے پاک کرے اور حقائقِ الٰہی جل وعلا کے ساتھ متحقق و آراستہ کرے اور اس نعمت کے حصول کے اسباب میں سے ذکر پر ہمیشگی، مخلوق سے کم آمیزی، لایعنی باتوں میں کمی اور مشائخ کی محبت کا راسخ ہونا ہے۔ والسلام

مکتوب ۴۴

محمد صادق بخاری کے نام صراطِ مستقیم پر ہدایت کی توضیح میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ اجمعین۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ۱۵۲
کے بندہ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو تنگی بھی اس کے سینے میں ہو اس کو دور کر دے اور اس کے سینہ میں کوئی تنگی بھی کسی طرح سے نہ رہے اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں پوری سہولت حاصل ہو جائے اور اس کی مرضی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی قضا و قدر کے اس حد تک تابع ہو جائے کہ اگر ایک دنیا ناراض ہو جائے یا اس کو سخت مصیبتوں اور شدید رنج و غم میں مبتلا کر دیا جائے تو ان امور سے اس کے باطن میں کوئی کدورت پیدا نہ ہو، ان امور کو بالکل درست اور نہایت مناسب دیکھے اور پوری خوشی و رغبت کے ساتھ ان چیزوں سے راضی ہو جائے بلکہ جو بلا و مصیبت بھی پیش آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے اور اس کے شکر میں کوشش کرے اور نیز خناس (شیطان) کا وسوسہ جو اس کے سینہ میں قائم تھا اور وہاں (اپنا) آشیانہ رکھتا تھا دور ہو جائے اور وہاں سے اس کے ٹھکانے کو ویران کر دیا جائے۔ جب اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور بہت بڑی سعادت کے ساتھ عارف کامل کو نواز دیا جاتا ہے تو وہ اللہ جل شانہٗ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے اور صراطِ مستقیم پا لیتا ہے اور شرح صدر بھی اسی ہدایت پانے سے عبارت ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ [پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے راہ راست دکھائے اس کے سینے کو (قبولِ) اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کے سینے کو تنگ اور بھنچا ہوا کر دیتا ہے گویا اس کو آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہے] اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ [اور اگر ہم ان کو حکم دیتے کہ تم اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا (ہمارے) اس حکم کی تعمیل نہ کرتے اور جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اگر اس کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اس کی وجہ سے (دین میں بھی) مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے اور اس صورت میں ہم ان کو ضرور اپنی طرف سے بہت (اچھا) بدلہ دیتے اور ان کو سیدھی راہ پر (بھی) ضرور لگا دیتے]۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۴۵

شاہ خواجہ کی طرف اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے بعض مکاشفات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامدًا و مصلیًا، ہمارے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کا دائرہ ظاہر ہوا اور اس دائرہ میں سیر واقع ہوئی اللہ تعالیٰ کے صفاتی و ذاتی غضب کے اقسام اور اس جل سلطانہٗ کے طرح طرح کے انتقامات اس مقام میں مطالعہ کئے گئے اور یہ سیر بہت طویل ہوئی اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس دائرہ سے باہر آ گیا اور اس مقام میں سیر واقع ہوئی جو اس مقام سے اور زیادہ بلند تھا، میں اس مقام کے طے کرنے کے درپے ہوا جب میں نے ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سیر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی شانِ استغنا میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی استغنا کی اقسام اس مقام میں نظر آئیں اور عجیب و غریب امور اس مقام میں دیکھے گئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر سیر ۱۵۳ واقع ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہ اس (اللہ) تعالیٰ و تقدس کی رحمت و رافت کا مقام ہے اس مقام میں جمال صرف کا ظہور ہے کہ جس کے ساتھ جلال کی کچھ بھی آمیزش نہیں ہے اور غضب و انتقام و استغنا کا کوئی رنگ اس جگہ نہیں پایا گیا اور جس قدر میں نے جستجو کی عفو و درگذر و رحمت و مغفرت کے سوا کچھ نہیں پایا گیا اور ان تینوں مقامات میں سے ہر ایک میں مختلف مقامات ظاہر ہوئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر جہاں تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چاہا سیر واقع ہوئی۔" ہمارے حضرت عالی قدس سرہ العزیز نے دو شخصوں[1] کے بارے میں فرمایا کہ آپ کو غضب کے دائرہ سے باہر کر دیا گیا ہے فوق (ترقی) کے منتظر رہیں۔ والسلام

مکتوب ۴۶

میر مغل کے نام، سنت منورہ کے اتباع پر ترغیب دینے اور شیخ کی محبت پر پختگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادرِ گرامی میر مغل! ان دور افتادہ فقرا کی جانب سے عافیت کے انجام والا اسلام قبول فرمائیں، اگرچہ آپ سے ظاہری ملاقات حاصل نہیں ہے لیکن باطنی نسبت و کشش اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ دو محبت آمیز کلمے لکھے جائیں۔ میرے مخدوم! جب آپ نے فقرا کے ساتھ اخلاص کا رابطہ (تعلق) قائم کر لیا ہے تو فقرا کے طریقے کی رعایت کرتے ہوئے اس کی نگہداشت و لحاظ ضروری ہے

---

[1] ان دو شخصوں سے مراد غالباً حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم قدس سرہما ہوں گے۔ (مترجم)

شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کی پیروی ہاتھ سے نہیں دینی چاہیے اور حضرت بیچونِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں نیستی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ متوجہ رہنے کو غنیمت جاننا چاہیے ع

این کار دولت ست کنون تاکرا دہند　　[یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام

مکتوب ۴۷

حقائق آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طالبانِ طریقت کو سلوک طے کرانے کے طریقے اور مراتبِ کمال اور ان کے متعلقہ معارف کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور دعا و سلام کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ طالبانِ طریقت کو
راہِ سلوک طے کرانے کے طریقے کا مختصر بیان اور کمال الکمال کی توضیح اپنی فہمِ قاصر کے مطابق تحریر کرتا ہے
۱۵۳ غور سے سنیں: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ توحید ہے اور توحید (کے معنی) قدیم لذاتہ کو غیر قدیم لذاتہ سے جُدا
کرنا ہے اور اس کے کئی درجات و مراتب ہیں: پہلا مرتبہ کلمۂ توحید کو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے ادا
کرنا ہے اور یہ مرتبہ عام مومنین کا ہے اور تمام زاہد و عابد اور علما جو کہ منازلِ سلوک طے نہیں کر رہے ہیں اور
سیر الی اللہ کی وسعتوں میں داخل نہیں ہوئے وہ سب اس مرتبہ میں شامل ہیں۔ دوسرا مرتبہ اہلِ سلوک کے
ساتھ مخصوص ہے جو کہ مراتبِ وجوب کی طرف متوجہ ہیں اور سیر الی اللہ میں داخل ہو چکے ہیں لیکن اس کی
تکمیل کو نہیں پہنچے اس جماعت نے چونکہ یقین کر لیا ہے کہ مطلوب تک پہنچنا آیۂ کریمہ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ
سورۃ زمر ع ۱ آیۃ ۳ الْخَالِصُ[1] [آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے خالص دین ہی ہے] کے بموجب تعلقات کو منقطع اور ماسوی اللہ سے
رہائی حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے وہ آیۂ مبارکہ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ[2]
سورۃ احزاب ع ۱ آیۃ ۴ [اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے لئے اس کے جوف (سینہ) میں دو قلب نہیں بنائے] کے مطابق ایک دل میں اللہ تعالیٰ
کی محبت ماسوی اللہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اس لئے پوری ہمت و کوشش سے قلب کے تعلقات کو منقطع
کرنے کے درپے ہیں اور مجاہدات یا محض اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جذب و کشش کے ساتھ وہ لوگ چاہتے ہیں
کہ اس (قلب) کا علمی یا حبّی تعلق غیر اللہ سے ٹوٹ جائے اور نیز اس کلمہ طیبہ کی مدد سے اپنے باطن کی وسعت
کو لمحہ بہ لمحہ ان تعلقات سے پاک کرتے ہیں یہاں تک کہ مقررہ وقت آ جائے[1] ؎

تا بجاروب لا نروبی راہ　　کے رسی در سرائے اِلَّا اللہ

[جب تک تو راستہ کو لا کی جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا اِلَّا اللہ کی سرائے میں کب پہنچے گا۔]

---

[1] یعنی یہاں تک کہ باطن ماسوی اللہ سے بے تعلق ہو جائے (مترجم)

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوا کو بھول جائے اور غیر اللہ کے علمی وحبی تعلق سے رہائی حاصل کرلے اور قدیم کو حادث سے علم و محبت کی رو سے جُدا کرے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ حضوری اس درجہ تک دل کا ملکہ (قدرت) ہو جائے کہ اگر کوشش سے بھی ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اُس قلب والے کو دیدی جائے تو بھی ہرگز اس کے دل میں غیر اللہ کا خطرہ نہ آئے، اس حالت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور (یہ) سیر الی اللہ کی تکمیل سے وابستہ اور واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے افعال کے ساتھ واصل ہونے کا نتیجہ ہے — چوتھا مرتبہ وجود اور تمام صفات سے جو کہ نفس حاضر کے وجود کی تابع ہیں تمام تعلقات کی نفی کرتا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ وجود اور اس کے تابع کمالات واجب تعالیٰ وتقدس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہیں، اگر ممکن میں ظاہر ہیں تو اُسی بارگاہِ قدس سے مستفاد و مستعار ہیں اور جو کچھ اس (ممکن) کا ذاتی ہے وہ عدم ہے کہ اس نے کمالات کے انعکاس کے واسطے سے ایک طرح کا ظہور پیدا کرلیا ہے اور دوسرے عدمات سے متمیز ہو گیا ہے اور ممکن نے اِس نمودِ بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور خیر کا مبدا تصور کر کے شرکت و ہمسری کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہے اور اصل سے روگردانی کرلی ہے اور جب (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل سے صاحبِ استعداد سالک کو اپنے قرب سے نوازنا چاہتے ہیں تو اس کو یہ معرفت عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے روگردانی کرتا اور اُس پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور نیز اس مبارک کلمہ کی تکرار سے ہر لحظہ عارضی کمالات کو اصل کے حوالہ کرتا ہے تاکہ شرکِ خفی و دعوئے ہمسری سے رہائی حاصل کرلے، امانت میں خیانت کرنے والا نہ بنے اور بعد ازاں کہ اس نے حادث کو قدیم کے مخصوص کمالات میں شریک کر دیا تھا قدیم کو حادث سے جُدا کرے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وصّافی خود برغمِ حاسد تا کے ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے
تو معدومی خیالِ ہستی از تو باشد فاسد خیالِ فاسد تا کے

[تو حاسد کے خلافِ مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا، تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیگا، تو معدوم ہے، تیری طرف سے اپنی ہستی کا تخیل ایک خیال فاسد ہے تو خیال فاسد کب تک کرتا رہے گا۔] — پانچواں مرتبہ افراد (انقطاع) کی حقیقت ہے اور نفی کرنے سے نفی ہو جانے کی طرف آنا ہے اور طریقت (کے ذریعہ) سے حقیقت سے ملنا ہے اور عارضی کمالات کو اصل کے ساتھ ملحق دیکھنا اور خود کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا معدوم پانا اور بے حس و حرکت جماد تصور کرنا ہے، اس کمال کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے — چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ عدم کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا کمالات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد عدم مطلق کے ساتھ لاحق پائے، اس مرتبہ میں نفسِ حاضر کا کمال درجہ کا زوال ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وجود کا حکم رہتا ہے اور

المدثر ۲۸ نہ عدم کا اثر، لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ [نہ اس کو باقی رکھے گا اور چھوڑے گا] یہ کمال اگرچہ تجلی صفات کا منتہا (انتہائی درجہ) ہے لیکن اس کا حصول تجلی ذات کے پرتو کے بغیر میسر نہیں ہے اس لئے کہ ہر مقام کی تکمیل اس سے اوپر کے مقام کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے کہ فنائے نفس میں (سالکین کے) اقدام میں بہت تفاوت ہے دیکھئے کون خوش نصیب ہے جو اس کی حقیقت کو پہنچا ہے، اگرچہ بہت سے لوگ اس معنی کا وہم و گمان کرتے ہیں اور مراقبہ میں اس کے سمندروں سے کوئی موتی حاصل کر لیتے ہیں اور شوق و محبت کے غلبہ میں یا اندراج النہایت فی البدایت کے طریق پر یا کامل مکمل پیر کے پرتو سے تھوڑی سی رہائی اور بیخودی حاصل ہو جانے کو بہت جانتے ہیں لیکن وہ شخص جو اس رہائی سے طاقت بشریہ کے مطابق پوری طرح متحقق ہو چکا ہو (ایسے لوگ) بہت تھوڑے ہوتے ہیں، اور جب تک اس رہائی و فنائیت کی حقیقت کو نہ پہنچے اپنی الوہیت کے ثابت کرنے سے پوری طرح نجات نہیں پاتا اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے تکرار سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے جو کہ (اس میں) اپنے اندر کمال کی صفات ثابت کرنے کے ذریعے آئی تھی اگرچہ احیاناً اور نادر طور پر ہو یا بعض لطائف کے لئے ہو اور بعض کے لئے نہ ہو، یا کچھ اثبات ہو جبکہ وہ پوری طرح فنا نہ ہو اور بالکلیہ رہائی حاصل نہ کر لے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ کو جنگل میں ایک دشوار گھاٹی پیش آئی، اس بزرگ نے نذر کی کہ اگر میں اس مشکل
۱۵۶ سے نجات پا جاؤں تو حق جل و علا کو ہرگز یاد نہیں کروں گا، القصہ اس نے نجات پائی اور شہر میں آ گیا اور خوب سیر ہو کر کھایا اور مر گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنی نذر میں سچا تھا اس لئے کہ اگر وہ زندہ رہتا یاد کرتا اور نہ کرتا دونوں مشکل تھے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ اس نے جو یہ نذر مانی تھی کہ ہرگز اس کو یاد نہیں کروں گا اپنی یاد کی شرم کی وجہ سے کہا تھا کیونکہ اس شخص کا یاد کرنا کسی طرح بھی اس پاک بارگاہ کے لائق نہ ہوتا، اس کا ذکر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ آیہ کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ
بنی اسرائیل ۴۴ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ [اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے] کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ بحمدہ کی ضمیر شئی (چیز) کی طرف راجع ہو یعنی کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اس لئے کہ اس کی تسبیح اسی کی طرف لوٹتی ہے اور مرتبہ تقدس و تنزہ ذات پاک باری تعالیٰ کے لائق نہیں ہے۔

تو جان لے کہ چونکہ اشخاص عالم اسماء و صفات کے ظلال ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے ہر اسم کے کتنے ہی ظلال درمیان میں ہیں تب نوبت اس شخص تک پہنچتی ہے پس فنا و بقا کی ترقی کے وقت جو اسم کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اس کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ حصول میسر ہو گا اور منتسبات (تعلقات) کو

اس اسم کے جوکہ ظلال میں سے ایک ظل ہے حوالہ کرکے اس اسم کے اوصاف کے ساتھ متحقق ہوجائے گا کیونکہ ہر اسم اسماء و صفات کا جامع ہے، اس اسم کے ساتھ متحقق ہوجانے کے بعد جب وہ فوق کی طرف متوجہ ہوگا تو اوپر کے ظل کے ساتھ جوکہ اس اسم کی اصل ہے اس اسم ہی کی طرح متحقق ہوجائے گا اور اس تحتانی (نیچے والے) اسم کو چھوڑ کر فوقانی (اوپر والے) اسم کے ساتھ جوکہ اس کی اصل ہے جا ملے گا اور اسی طرح دوسری اصل سے تیسری اصل کے ساتھ اور تیسری سے چوتھی کے ساتھ اور چوتھی سے پانچویں کے ساتھ اور پانچویں سے چھٹی اور ساتویں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے بقا حاصل کرے گا، دیکھئے کون صاحب نصیب ظلال کے ان تمام مراتب سے گذر کر اصل اسم کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں سات سال تک مولانا عارف[1] قدس سرہٗ کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ ظل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مانند یا اُن کے مقامات کا کچھ بھی مظہر کسی کو پالیتا تو ہرگز واپس نہ لوٹتا۔

جاننا چاہئے کہ اسم کے ظلال میں وصول اور اس کے مراتب میں سیر کو ولایتِ صغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں جوکہ اولیاء کی ولایت ہے اور اسماء و صفات کے اصول میں سیر ولایتِ کبریٰ کے ساتھ وابستہ ہے جوکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور یہ دونوں ولایتیں اسم الظاہر سے تعلق رکھتی ہیں اور اس اسم سے گذرنے کے بعد اسم الباطن ہے جوکہ ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن کا فرق حضرت قطب المحققین ہمارے مرشد قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے مکتوبات قدسی آیات میں مذکور ہے
۱۵۷ مختصر یہ ہے کہ اسم الظاہر ایک اسم ہے کہ جس میں ذات بالکل ملحوظ نہیں ہے اور اسم الباطن میں اسم کے پردہ میں ذات ملحوظ ہے پس مثلاً علم میں سیر ہونا اسم الظاہر میں سیر ہے اور علیم میں سیر ہونا اسم الباطن میں سیر ہے اور اسم الباطن سے گذرنے کے بعد عروج کی جانب میں انبیاء و مرسلین علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مراتب کے فرق کے مطابق کمالات نبوت پیش آتے ہیں اور ان کمالات کا حاصل ہونا اصالتاً تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہے اور تبعیت و وراثت کے طور پر جسے چاہیں نوازیں، یہ ہے خلاصہ مطلب۔ اور یہ جو اوپر دوم مرتبہ فنائے نفس کے بارے میں کہا گیا ہے اجمال و کلیہ کے اعتبار سے تھا ورنہ ہر اسم میں فنا کا حاصل ہونا جوکہ ظلال و اصول کے مراتب میں لکھا گیا ہے مراتبِ توحید میں سے ایک مرتبہ ہے۔

ساتواں مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کو صفات و اسماء تعالیٰ و تقدس سے جُدا کرنا ہے کیونکہ ذات سے محبت کرنے والا صفات کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کا جُدا ہونا متصور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی وقت اور کسی حال میں بھی صفات سے الگ نہیں ہے لیکن المحبۃ

[1] آپ حضرت میر کلالؒ کے خلیفہ ہیں آپ کا مولد و مدفن قریہ دیگ گران ہے جو بخارا سے نو فرسخ شرعی کے فاصلہ پر نیز کوہک کے کنارے واقع ہے۔ (رشحات معرب صفحہ ۴۷)

معَ من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مقتضا کے مطابق ذاتِ (سالک) کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے وہاں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس ذات کا صفات سے الگ ہونا دید و محبت میں ہے جس کا ثمرہ معیتِ مذکورہ ہے اور بس، نہ کہ خارج اور نفس الامر میں ۔

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ   وما کتمہ احظی لدیہ و اجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب و بہتر ہے] — تنبیھ: اور جب معاملہ ظلال و اصول کے مراتب سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیتا ہے اور کمال بلندی اور عدم تمیز کی وجہ سے حیرت و جہل تک پہنچ جاتا ہے تو جو معاملہ کلمۂ طیبہ کے ساتھ وابستہ تھا تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں اس کلمہ کی تکرار کوئی فائدہ نہیں دیتی، اس مقام میں ترقی درجات کے فرق کے مطابق نماز اور تلاوتِ قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت قدسنا اللہ بسرہ الاقدس سے سُنا گیا ہے کہ اس وقت میں اگر کلمۂ طیبہ کا تکرار اس لحاظ سے کیا جائے کہ یہ بھی قرآن مجید کا لفظ ہے اور ابتدا تعوذ سے (اعوذ باللہ پڑھ کر) کی جائے تو قرآن مجید کی تلاوت کا ثمرہ اور اس کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ اس مکتوب کا اخیر ہے ۔ اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو اور آپ کی آلِ کرام و اصحابِ عظام پر اور تمام انبیا والمرسلین و ملائکہ و صالحین پر بھی صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۴۸

میر محمد نعمانی کے نام ذکر کے التزام پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! مولیٰ جل و علا (اللہ تعالیٰ) کی نظر کا مقام دل ہے، دل کو پاکیزہ رکھنا چاہئے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے نظر کے مقام کو مخلوق کے نظر کے مقام سے کم درجہ کا نہیں بنانا چاہئے اور زیب و زینت میں (اُس سے) کمتر نہیں رکھنا چاہئے، دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے ذکر و فکر پر ہمیشگی کریں، باطن کے سبق کو عزیز جانیں، نیستی کے وصف کے ساتھ اس پاک بارگاہ کی جانب ہمیشہ متوجہ رہنے کو سب سے زیادہ لذیذ نعمتوں میں شمار کریں، اس بلند بارگاہ کی گرفتاری کو عزیمت والے کاموں میں سے تصور کریں ۔

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن ست   گر شکر خوردن بود جان کندن ست

[خدائے تعالیٰ کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر مٹھائی کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

والسلام

مکتوب ۴۹

نیز میر محمد خافی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فانی لذات کی تکمیل کے امراض کا علاج اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل کی دوا میں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سربلند رکھے، فانی لذتوں کی آسائشوں کا علاج احکام شرعیہ کے بجا لانے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل پر موقوف ہے، اگر یہ تعمیل ارشاد اور فرمانبرداری درمیان میں نہ ہو تو وہ لذتیں مفسد و ناپسندیدہ ہیں اور اُن کا نتیجہ ناراضگی و عقوبات ہے۔ حقیقی کامیابی لذات کی تکمیل کے حتی الامکان ترک کرنے میں ہے اور جو شخص کہ (ان کا) ارتکاب کرتا ہے اور اُن کا علاج بھی کرتا رہتا ہے وہ بھی ان کی مضرت سے محفوظ ہے پس اُس شخص پر افسوس ہے جو ان لذتوں کا مرتکب ہے اور ان کی حلاوت پر فریفتہ ہے اور اوامر و نواہی کی تلخی سے اُن کا علاج نہیں کرتا اور حقیر چیزوں میں منہمک ہے اور اپنے آپ کو سربلند نہیں کرتا پس اُس پر حسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا اور خواہشات کی پیروی کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی اور خیر و ابقی (یعنی آخرت) سے رُوگردانی کی، کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور بیشک آخرت متقیوں کے لئے ہے پس جب بہت بڑی ہلاکت (قیامت) آئے گی اس روز انسان اپنی کوشش و کمائی کو یاد کرے گا اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے رب کی طرف عروج کیا اور مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور اپنی دونوں آنکھوں کو دنیاوی زندگی کی رونق پر نہیں لگایا اور اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا امر کیا اور ان سب امور پر قائم رہا پس اس کے لئے خوشخبری اور بشارت ہے، اور اُس شخص پر سلام ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کی۔

۱۵۹

مکتوب ۵۰

شیخ اسد اللہ افغان کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے تحریر کیے تھے۔

اوّل یہ کہ توحید کو دوام حاصل ہے یا نہیں، دوسرے یہ کہ سیر انفسی حاصل ہونے کے بعد سیر آفاقی کے لئے ریاضت کرے یا نہ کرے، سوم یہ کہ خوارق افضل ہیں یا معارف، چہارم یہ کہ فانی الشیخ ہوئے بغیر فانی اللہ

ہونا ممکن ہے یا نہیں، پنجم یہ کہ طالبین کے لئے یہ جو مقرر ہے کہ ہر گھڑی نئی منزل ہونی چاہئے یہ باطنی محبت کے باعث ہے یا ظاہری طاعات کے باعث، یا کشوف کے یا فنا و بقا کے بارے میں ہے اگر آخری بات مراد ہے تو فانی کی ترقی کس معنی سے ہے؟ ششم یہ کہ جب مرید کی حالت اس درجہ کی ہو جائے کہ جب وہ چاہے مرشد کی صورت ظاہر ہو جائے تو کیا اس کو لازم ہے کہ حضور میں آئے یا نہیں، ہفتم یہ کہ جب سالک کا وقت خلوت اور انجمن میں یکساں ہو جائے تو وہ خلوت میں بیٹھے یا نہیں، ہشتم یہ کہ ارواح کا شہود (مشاہدہ ہونا) مراقبہ میں بہتر ہے یا معائنہ میں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی: برادرِ عزیز شیخ اسد اللہ کے مکتوب نے پہنچ کر مسرور کیا (اس میں) چند سوالات درج تھے اُن کے حل میں (اپنی) فہمِ قاصر کے مطابق لکھتا ہوں غور سے سنیں:-

آپ نے پوچھا تھا کہ "مسعود بیگ فرماتے ہیں ؎

رفت ز مسعود بیگ جملہ صفاتِ بشر — او کہ ہمہ ذات بود باز ہماں ذات شد

(مسعود بیگ سے تمام بشری صفات دُور ہو گئیں وہ جو کہ ذات تھا پھر وہی ذات ہو گیا) جس شخص کو یہ حالت پیش آ جائے تو کیا وہ ہمیشہ اسی میں رہتا ہے یا کبھی کبھی (ایسا) ہوتا ہے؟ — جان لیں کہ بعض طالبین کو (یہ کیفیت) کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے اور بعض کے لئے یہ حالت دائمی ہے، کامل اہل اللہ کے نزدیک معتبر وہی حالت ہے جو کہ دائمی ہو خواہ یہ حالت ہو یا کوئی اور حالت ہو، اور جو دائمی نہیں ہے وہ کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے مگر یہ کہ اُس حالت سے ترقی حاصل ہو جائے اور زیادہ اوپر چلا جائے۔ جاننا چاہئے کہ اس حالت کا منشا (جائے پیدائش) سُکر کا غلبہ اور محبت کی زیادتی جس نے سالک کی بصیرت کی آنکھ سے تمیز کو اُٹھا دیا اور ممکن کو عین واجب تعالیٰ بنا دیا ہے، یہ معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے اور بس، حقیقت کا بدل جانا محال ہے ؎

تو او نشوی ولیک گر جہد کنی — جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(تُو وہ تو نہیں ہو جائے گا لیکن اگر تو کوشش کرے تو ایسے مقام پر پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جاتا رہے گا) اس راستہ میں توحیدِ شہودی درکار ہے توحیدِ وجودی کچھ درکار نہیں ہے، چاہئے کہ سالک کا مشہود و معلوم و مطلوب ذاتِ احدیت تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو تاکہ فنا ظاہر ہو جائے ورنہ خرط القتاد (اور اس کے علاوہ سب بیکار ہے)

اور دوسری بات آپ نے یہ پوچھی تھی کہ جس شخص کو سیرِ آفاقی کے بغیر سیرِ انفسی حاصل ہو جائے وہ سیرِ آفاقی کے لئے محنت کرے یا نہ کرے؟ — آپ جان لیں کہ سیرِ انفسی کے کمال کو مطلوب تک پہنچنا قرار دیتے ہیں اور سیرِ آفاقی کو مطالب (مقاصد) میں سے شمار نہیں کرتے پس جو شخص کہ مطلوب سے واصل ہو گیا غیر مطلوب کے لئے محنت کیوں کرے اور منزل پر پہنچنے کے بعد راستہ کی ہوس کیوں کرے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ

جس شخص کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اس کو سلوک جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور سیرِ آفاقی سیرِ انفسی کے ضمن میں میسر ہو جاتی ہے کیونکہ جذبہ کو سیرِ انفسی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سے مراد سیرِ آفاقی ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ "خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں تو تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم سے نہیں ہے" ۔ آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے معارف خوارقِ عادات اور مخلوقات میں سے غائب چیزوں کے کشف سے افضل ہیں کیونکہ معارف واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کی ذات و صفات کے اسرار کا کشف ہے اور خوارق مخلوقات کے حالات کا کشف ہے، پس جیسا کہ خالق و مخلوق میں فرق ہے معارف و خوارق میں بھی ویسا ہی فرق تصور کرنا چاہئے کیونکہ پہلے (معارف) کا تعلق خالق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہے اور دوسرے (خوارق) کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور نیز صحیح معارف ایمان کے کمال میں داخل اور اس کی زیادتی کا سبب ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہیں اور کوئی انسانی کمال اُن سے وابستہ نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ بعض کاملین کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز اہل اللہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت معارفِ الٰہی جل سلطانہٗ کی وجہ سے اور ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے اسرار منکشف ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ کشف و کرامات کے ساتھ، اگر خوارقِ عادات معارفِ الٰہی سے افضل ہوتے تو جوگیوں اور برہمنوں کو جو کہ ریاضتوں کے ذریعہ سے خوارق کا اظہار کرتے ہیں (ان) کامل اہل اللہ سے افضل ہونا چاہئے جو کہ معارف میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور خوارق کے اظہار کی طرف التفات نہیں فرماتے اور خالق تعالیٰ و تقدس کی جانب توجہ رکھنے کے باوجود مخلوق کے احوال کے کشف کی طرف توجہ کرنے میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں۔ آپ نے عجیب عامیانہ سوال کیا ہے، خوارقِ عادات کمالِ قربِ الٰہی کی کچھ بھی دلیل نہیں ہیں کیونکہ اہلِ باطل کو بھی حاصل ہیں، اُن کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے قرب و معرفت کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور کشف و کرامات کا طالب ماسوا کا طالب اور اس کا گرفتار قرب و معرفت سے بے نصیب ہے ؎

۱۶۱

ز ابلیسِ لعینِ بے سعادت	شود پیدا ہزاراں خرقِ عادت
گہے از در در آید گاہ از بام	گہے در دل نشیند گہ در اندام
رہا کن تُرّہات و شطح و طامات	خیالِ نُور و اسبابِ کرامات
کراماتِ تو اندر حق پرستی است	جز ایں کبر و ریا و عجب و ہستی است

طور

[بد اطوار لعین ابلیس سے ہزاروں خرقِ عادت ظاہر ہوتی ہیں، کبھی وہ دروازے سے داخل ہوتا ہے کبھی چھت سے، کبھی وہ دل میں بیٹھتا ہے اور کبھی جسم میں، لغویات، خلافِ شرع کلمات، شیخی کی باتیں، نُور کے خیالات اور کرامات کے اسباب ترک کر دے، تیری کرامات حق پرستی میں ہیں، اس کے ماسوا تکبر و ریا و عُجب اور خود پنداری ہے]

یعنی مرتبۂ انسانی کا کمال فنا و نیستی میں ہے اور طاعت و عبادت اور سلوک و ریاضت سے غرض دراصل یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و بینا ہو جائے اور جان لے کہ ہستی اور اس کے متعلقات اصالت کے طور پر مرتبۂ وجوب تعالیٰ و تقدس کا خاصہ ہے اور جب وہ (سالک) چاہتا ہے کہ کرامت و خرق عادت کا اظہار کرے اور عوام کو اپنا معتقد بنائے اور اپنے آپ کو اس کے ذریعہ تمام مخلوق پر ممتاز کرے تو لازماً یہ (اس کے لئے) تکبر و عجب و ہستی کا موجب ہوگا اور وہ شخص عبادت و سلوک و ریاضت کے فائدے سے بے بہرہ و محروم ہو جائے گا اور (یہ بات) راہِ معرفت کے لئے رکاوٹ ہوگی، نعوذ باللہ سبحانہ من ذالک (ہم اسی اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں)۔

سلطانِ وقت شیخ ابو سعید ابو الخیر (قدس سرہٗ) سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا آسان بات ہے ایک پرندہ اور ایک چڑیا بھی پانی پر چلتی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اُڑتا ہے، آپ نے فرمایا ایک چیل اور ایک مکھی بھی ہوا میں اُڑتی ہے، لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک لحظہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے آپ نے کہا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے اس قسم کی چیزوں کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے، مرد وہ ہے جو کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے، شادی کرے، خلقت کے ساتھ مل جُل کر رہے اور ایک لحظہ (بھی) اللہ تعالیٰ عزوجل سے غافل نہ ہو۔

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ) عوارف میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ ان سب خوارق و کرامات کا مرتبہ قلب کو ذکر کے ساتھ آراستہ کرنے اور ذکر ذات کے وجود کے مرتبہ سے بہت نیچے ہے۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اہلِ معرفت کی فراست یہ ہے کہ اُن لوگوں کو جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ کے اہل ہیں اُن لوگوں سے جو اس کے اہل نہیں ہیں تمیز کریں اور اُن اہلِ استعداد کو پہچانیں جو حضرتِ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں مشغول رہتے ہیں اور مقامِ جمع میں پہنچ چکے ہیں اور ریاضت، بھوکا رہنے، خلوت اور تصفیۂ باطن والے ایسے لوگوں کی فراست جو کہ مرتبۂ ولایت کو نہیں پہنچے ہیں صورتوں کا کشف اور غائب چیزوں کی خبر دینا ہے ان کا کشف اور خبر دینا مخلوقات کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ جماعت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے محروم ہے، اور اہلِ معرفت کی مشغولیت چونکہ وارداتِ الٰہی جل و علا کے معارف کے ساتھ ہے اس لئے ان کا خبر دینا بھی اسی بارگاہ سے متعلق ہے اور اکثر ۱۴۲ اہلِ علم چونکہ اُس مقدس بارگاہ سے بیگانہ ہیں اور ان کے دل دنیا کی طرف مائل ہیں (اس لئے صورتوں کا کشف ہونا اور غائب و پوشیدہ چیزوں کی خبر دینا ان کے نزدیک بہت بڑی بات ہے اور اس (صورتوں کے کشف) کے اہل کو اہل اللہ جانتے ہیں اور حق جل شانہ کے مقربین میں شمار کرتے ہیں اور اہلِ حقیقت کے کشف سے روگردانی

کرتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کے متعلق جو کچھ یہ (بزرگ) خبر دیتے ہیں اس کا یقین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ اہلِ حق ہیں تو مخلوقات کے احوال کی خبر کیوں نہیں دیتے اور جبکہ یہ لوگ مخلوقات کے احوال کے کشف پر قادر نہیں ہیں تو اُن امور کے کشف پر جو ان سے برتر ہیں کس طرح قادر ہوں گے اور کیونکر اہلِ معرفت میں سے ہوں گے اور (وہ لوگ) اس فاسد قیاس کے ساتھ اہل اللہ کو جھٹلاتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ جو اہتمام وغیرت ان حضرات کے بارے میں رکھتا ہے (اس کی وجہ سے) اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ حضرات مخلوق کے حالات کے درپے ہوں اور ان میں مشغول ہوں اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اگر وہ مخلوق کے احوال کے درپے ہوں تو وہ اس بلند مرتبہ کے لائق نہیں ہوں گے پس اہلِ حق مخلوق (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں جیسا کہ اہلِ خلق حق تعالیٰ (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں، اگر اہلِ حقیقت صورتوں کے کشف کی طرف ادنیٰ سی توجہ بھی کریں تو دوسروں سے زیادہ بہتر حاصل کر لیں، اور چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک اہلِ صفا وریاضت کی فراست کچھ وقعت نہیں رکھتی اسی لئے مسلمان و یہود و نصاریٰ اور تمام جماعتیں اس میں شرکت رکھتی ہیں اور (یہ چیزیں) اہل اللہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتیں۔ یہاں تک شیخ الاسلام کے کلام کا خلاصہ ہے۔

ہاں بعض اولیاء اللہ کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر خوارق کے اظہار کا حکم کرتے اور اجازت دیتے ہیں۔ تعجب ہزار تعجب کہ آپ نے خوارق کی معارف کے ساتھ کیا نسبت تصور کی ہے کہ اس قسم کے ساقط (گھٹیا) سوال کی جرأت کی ہے جن معارفِ الٰہی کو ان کی اہلیت نہ رکھنے والے بیان کرتے ہیں ان سے معارف کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس پر حجت درست ہو جاتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ قیمتی موتی خسیس کناس (کمینہ خاکروب) کے ہاتھ لگ جائے تو اس موتی کی جوہریت و نفاست میں کوئی نقص نہیں آتا پس وہ اشکال بھی دُور ہو گیا جو آپ نے لکھا تھا کہ معارف کو فاسق و فاجر بھی بیان کرتے ہیں اور خوارق کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مقدمہ مشترک الالزام ہے (یعنی معارف و خوارق دونوں پر لازم آتا ہے) خوارق میں بھی اہلِ حق و اہلِ باطل دونوں شریک ہیں پس آپ کا یہ کہنا کہ خوارق اس قسم سے نہیں ہیں درست نہیں ہے، اور نیز میں کہتا ہوں کہ گفتگو معارف و اسرارِ الٰہی کے کشف کے بارے میں ہے کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں اگر کوئی بطال (جھوٹا مدعی) تقلید کی بنا پر معارف بیان
کرے نہ کہ کشف وحال کی بنا پر تو وہ بحث سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ بہت سے بطال (جھوٹے مدعی) ۱۶۳
معارفِ الٰہی میں کشف وحال کا دعویٰ کرتے ہیں اور توحید و احاطہ و سریانِ ذاتی (ذات کا سرایت کرجانا) بذریعہ کشف بیان کرتے ہیں تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ یہ معارف جن کو

یہ جھوٹے لوگ بیان کرتے ہیں معارفِ الٰہی کہاں سے ہوں گے اور اس توحید و سریان و احاطہ میں ان کا مشہود حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی شیونِ ذاتیہ کیسے ہوں گی، شیطان کے مکر و فریب ہمارے اور تمہارے احاطہ سے باہر ہیں کوئی شخص کیا جانے کہ وہ (شیطان) کن راستوں سے اپنے ماننے والوں کے پاس آتا ہے اور باطل چیزوں کو حقانیت کے عنوان سے دکھاتا ہے اور غیر حق کو حق جتلاتا ہے اور اُس (غیر حق) کے احاطہ و سریان کو حق کا احاطہ و سریان سمجھاتا ہے، تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً [اللہ تعالیٰ کی شان ان (باتوں) سے بہت بلند اور برتر ہے) غیب الغیب کے راستہ میں ذرات میں سے ہر ذرہ انا الحق (میں خدا ہوں) کی آواز لگاتا ہے اور اس (راستہ کا) ہر خس و خاشاک اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے بد نصیبی ہے اگر رحمتِ (الٰہی) دستگیری نہ فرمائے اور ان مہلک گردابوں سے باہر نہ نکالے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر عالمِ ارواح کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کی لطافت و بیچونی کی وجہ سے اس کو ذاتِ حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے احاطہ و سریان جو کہ اجسام کے ساتھ ہے حق تعالیٰ کا احاطہ و سریان دیکھتا ہے اور کثرت کے آئینوں میں اس کے شہود کو کثرت میں وحدت کا شہود تصور کرتا ہے اور اس راہ کے سالکوں کے لئے یہ ایک بڑے مغالطہ کا مقام ہے۔ مشائخ متقدمین میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پرستش کی ہے"۔ اور حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کے مکتوبات قدسی آیات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ مشائخ وقت میں سے ایک بزرگ نے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کو پیغام بھیجا اور اپنے احوال بیان کئے کہ فنا اور محویت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا اور اگر آسمان کی جانب نظر اٹھاتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا اور اسی طرح عرش و کرسی و بہشت و دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا اور اپنے آپ کو بھی نہیں پاتا ہوں اور جس شخص کے پاس جاتا ہوں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں اور حق تعالیٰ شانہٗ کے وجود کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کی نہایت کو کسی شخص نے نہیں پایا ہے الی آخر ما قال۔ اور نیز لکھا تھا کہ میں اس کو کام کی انتہا جانتا ہوں اور مشائخ نے بھی یہیں تک بات کی ہے اگر آپ بھی اس معنی کو نہایت جانتے ہیں تو بہتر ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کو نہایت کہتے ہیں تو مجھے اطلاع دیں تاکہ طلبِ حق کے لئے آپ کے پاس آجاؤں"۔ حضرت عالی قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں لکھا کہ "اس حالت والے (سالک) نے قلب کے چوتھے حصہ کو طے کیا ہے" اور نیز حضرت (قدس سرہٗ) نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اس کی یہ فنا و محویت عنصر ہوا میں ہے جو کہ ذرات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے

اور اس شخص کا مشہود ہوا کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس نے اسی کو خدائے بے نہایت جان لیا ہے تعالی اللہ عن ذلک (اللہ تعالی اس سے بہت بلند ہے) ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ توحید کشف و حال کے عنوان سے ظاہر ہوتی ہے اور حقیقت میں کشف و حال نہیں ہوتا بلکہ خیال کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے کی وجہ سے یہ معنی قوتِ متخیلہ میں منقش ہو جاتا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے توحیدِ شہودی و وجودی کی تحقیق والے مکتوب[1] میں لکھا ہے کہ "توحیدِ وجودی کا منشا (جائے پیدائش) ایک جماعت کے لئے مراقبات کی مشق کی کثرت اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی لا موجود الا اللہ سمجھنا ہے، اس قسم کی توحید کا ظہور حیلہ و غور و فکر اور خیال پکانے کے بعد خیال کے غلبہ کی وجہ سے ہوتا ہے کہ معنی توحید کی کثرتِ مشق سے یہ معرفت قوتِ متخیلہ میں منقش ہو جاتی ہے اور چونکہ اس قسم کی توحید) اس صاحبِ توحید کے بنا لینے سے بنی ہے اس لئے معلول (علت والی) ہے اس توحید والا شخص اربابِ احوال میں سے نہیں ہے کیونکہ اربابِ احوال وہ لوگ ہیں جو اربابِ قلوب ہیں اور وہ (اس توحید والا شخص) اس وقت میں مقامِ قلب کی کوئی خبر نہیں رکھتا اور یہ توحید علمی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں .... لیکن علم کے بھی بہت سے درجے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے الی آخرہ"۔ جبکہ صوفیہ کے طبقہ میں جو کہ اہلِ حق ہیں اس قسم کی غلطیاں رونما ہوتی رہتی ہیں تو پھر باطل لوگوں میں جو کہ شیطانِ لعین کی دام گاہ میں اللہ تعالی جل شانہ ہی جانتا ہے کہ کس قسم کے مغالطے ہوتے ہوں گے کہ جن سے وہ ابلیس لعین کی مکاری کے باعث نکلنے کی راہ نہیں رکھتے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جان لیں کہ شیخ فیض کا واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب تک کس طرح راستہ پائے گا پس فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے اور مرید کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادہ کے تابع کر دے اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کر دے اور اس کی صحبت میں کالمیت بین یدی الغسال ہو جائے۔ (ایسا ہو جائے جیسا کہ میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے) اور یہ معنی تمام طریقوں میں درکار ہے، خاص طور پر ہمارے طریقہ میں کیونکہ اس طریقۂ عالیہ میں افادہ و استفادہ انعکاسی ہے اور صحبت پر موقوف ہے پس شیخ مقتدا کے ساتھ مناسبت کے اسباب جسقدر زیادہ رکھتا ہوگا صحبت کی تاثیر اسی قدر زیادہ ہوگی اور فیض اخذ کرنے کا راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا، ہاں اگر کوئی شخص اویسی ہو ظاہری پیر کا محتاج نہ ہو اور صرف عنایتِ (الٰہی) اس کے حال کی کفالت کرنے والی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فنا فی الشیخ کے بغیر

---

[1] مکتوب ۲۹۱ دفتر اول کا ابتدائی حصہ۔

اس کو فنا فی اللہ حاصل ہو جائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ہمارے لسان الحق جل و علا کہتے ہیں کہ ایک منزل اور ایک مقام میں نہیں رہنا چاہئے ہر گھڑی اور ہر لحظہ نئی منزل ہونی چاہئے پس یہ باطن کی محبت کے بارے میں ہے یا ظاہری طاعت یا کشوف یا فنا و بقا کے متعلق ہے، اگر فنا و بقا کے بارے میں ہے تو جو چیز کہ فانی ہو گئی اس کی ترقی کس معنی میں ہے؟"

۱۶۵ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ منازل و مقامات کمالاتِ اسمائے الٰہی جل شانہ میں اور ان کمالات کے ساتھ بقا حاصل کرنے میں ہیں۔ جب سالکِ رشید بشری کدورتوں سے باطن کے آئینے کی صفائی کرتا ہے اور ماسوی اللہ سے سرّ (باطن) کا تخلیہ کرتا ہے جو کہ فنا کا حاصل (نتیجہ) ہے تو اس کے لئے مستعد ہو جاتا ہے کہ اسمائے الٰہی اس میں جلوہ گر ہوں اور وہ ایک ایک اسم کے ساتھ بقا و تحقق پیدا کرلے، پس ماسوی اللہ سے فنا حاصل ہونا بقا میں ترقی کا معاون ہے اور اسما کے ساتھ تحقق اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ بقا فنا کے بقدر و نما ہوتی ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ کمالاتِ محبوب کی انتہا نہیں ہے محبوب ہر گھڑی محبت کرنے والے کے آئینہ میں کسی ایک کمال کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ہمیشہ ترقی کی راہ اس پر کھلی ہوتی ہے اور اگر وہ ایک تجلی میں رک جائے تو ترقی کا راستہ مسدود ہو جائے اور اسی معنی میں مسعود بیگ نے کہا ہے ؎

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگرے ہست

[میں اس پرانے خدا سے بیزار ہوں جو کہ تو رکھتا ہے میرے لئے ہر لحظہ ایک اور تازہ خدا ہے] اور نیز اسی اعتبار سے بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں ابدالآباد تک منقطع نہیں ہوتیں ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

[نہ اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ ہی سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے استسقا والا پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے]۔ اور اس سیر کو سیر معشوق در عاشق (معشوق کی سیر عاشق میں) کہتے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ عاشق اس مقام میں سیر سے سیر ہو چکا (جی بھر چکا) ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور است کاں پذیرائے صورت از نور است

[عاشق آئینے کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے] اور یہ جواب قوم (صوفیا) کی اصطلاح پر ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کا اس مقام میں (ان سب سے) الگ قول ہے جو کہ ان کے مکتوبات و رسائل سے واضح و روشن ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ جب کسی شخص کو مرشد کی صورت اسقدر غالب آجائے کہ جب بھی وہ توجہ کرے اس کو حاضر پائے، اس شخص کو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ میرے مخدوم! جب مرید کو

پیر کی صورت ہر وقت مستحضر ہے تو اس کو نسبتِ رابطہ کہتے ہیں اور ہمارے بزرگوں نے اسی نسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی یہ نسبت جو کہ پیر کی صورت کو مستحضر رکھتا ہے مرید کو ذکر سے زیادہ نفع دینے والی ہے اور اس معنی کا غلبہ و دوام مرید کے لئے بہت بڑی نعمت ہے گویا وہ ہر وقت حضور میں ہے اور پیر سے بسہولت فیض اخذ کرتا ہے اور نیز اس کا حاصل ہونا پیر کے ساتھ مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتا ہے اس کے باوجود پیر کی خدمت ۱۴۶
میں حاضر ہونا ایک اور ہی اثر رکھتا ہے اور دوسرے فائدے بخشتا ہے، صاحبِ رابطہ مرید کو جو کہ کمال کی حد کو نہیں پہنچا ہے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا لازم اور ضروری ہے اور اس کو صحبت سے چارہ و مفر نہیں ہے اس کا صورت (تصور) اور رابطہ پر اکتفا کرنا غلطی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صحبت اور حاضری کی بدولت اصحاب ہوئے ہیں اور بلند درجات پر پہنچے ہیں، اویس قرنیؒ تے اگرچہ معنوی مناسبت کی راہ سے آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے فیوض حاصل کئے ہیں لیکن چونکہ وہ صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوئے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درجے سے پیچھے رہے اور تابعین کے گروہ میں داخل ہوئے، پیر کی صورت حقیقت میں عین پیر نہیں ہے اور پیر سے بے نیاز نہیں کرتی، پیر میں وہ چیزیں ہیں جو کہ اس کی صورت میں نہیں ہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

[اگر مصور اس دلربا (محبوب) کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویر میں) کھینچ سکے گا]

آپ نے پوچھا تھا کہ "اگر کسی شخص پر وقت استغراق غالب آگیا ہے کہ مجلس اور تنہائی اس کے لئے یکساں ہوگئی ہے تو اس کو خلوت اختیار کرنا اور گوشہ نشین ہونا ضروری ہے یا نہیں" میرے مخدوم! وقت و حال حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشین ہونا ضروری نہیں ہے لیکن خلوت (تنہائی) میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً طاعات و اذکار کی پابندی سے ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرنا اور فضول کاموں کو کم کرنا وغیرہ جیسا کہ مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے میں مخلوق کی گزند کے ذریعے ظاہری غفلت، فضول کلام کا ارتکاب اور نامحرموں پر نظر پڑنا وغیرہ بہت سے نقصانات ہیں، پس ان فوائد کو حاصل کرنے اور نقصانات کو دور کرنے کے لحاظ سے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرنا مستحسن اور ضروری ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق تلف نہ ہوں اور ادا ہو جائیں اَلْعُزْلَةُ مُنْيَةُ الصِّدِّيْقِيْنَ (گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے) آپ نے سنا ہوگا۔ اور نیز اس قسم کا کوئی آدمی اگر ایک وقت و حال سے دوسرے وقت و حال کی طرف ترقی

حاصل کرنے کے لئے بلکہ حال سے حال کو بدلنے والے کی طرف ترقی کرنے کے لئے خلوت میں بیٹھے تو گنجائش ہے کیونکہ ایک حال میں رہنا کمال کی بات نہیں ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ارواح کا شہود (نزول و مشاہدہ) اور اُن سے سوال و جواب کرنا مراقبہ میں بہتر ہے یا صریحاً دیکھنا بہتر ہے۔ میرے مخدوم! صریحاً دیکھنا بہتر ہے اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن مراقبے کے بغیر اور آنکھ بند کئے بغیر بھی جو شخص دیکھے گا وہ باطن کی آنکھ سے دیکھے گا نہ کہ سر کی آنکھ سے اگرچہ معتد بہ (معتبر) کمال اس شہود کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۱ ۱۶۷

محمد مقیم قصوری کے نام فضائلِ ظاہری سے اعراض اور کمالاتِ باطن حاصل کرنے پر ترغیب اور بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ والسلام علیٰ رسول اللہ۔ فضائل دستگاہ جناب برادرم کا گرامی نامہ موصول ہوا اور مسرور و خوش وقت کیا امید ہے کہ اسی طرح اس دُور افتادہ کو یاد کرتے رہیں گے، آپ نے جو اپنے عربی و فارسی اشعار ارسال کئے تھے ان کا مطالعہ کیا گیا اچھے ہیں اور آپ نے بلند ارادے کئے ہیں، اس برادر گرامی کی اسقدر بزرگی دوستوں کو (ہمیں) معلوم نہیں تھی خدا کرے یہ بزرگی اور زیادہ ہو، قُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا[۱] (کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما دیجئے)۔ لیکن عربی کے شعر میں علوم عربیہ کے قواعد کی رعایت ضروری ہے جب تک ان علوم میں مہارت نہ ہو عربی کے شعر میں اُلجھنا کیا ضروری ہے۔ میرے مخدوم! شعر اور اس کی مانند کوئی دوسری چیز خواہ جتنی بھی بلند درجہ پر پہنچ جائے صوری (ظاہری) فضائل میں داخل ہے کہ اہلِ معنی کے نزدیک اعتبار کے احاطہ سے ساقط ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی ۔۔۔ رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (یعنی) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے] کوشش کریں کہ اس معنی سے جس کو کہ سیر معشوق در عاشق سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ عاشق کا نفی ہو جانا ہے کلی طور پر حظ حاصل کریں، معنی حاصل ہونے کے بعد حروف کے ساتھ تعلق رکھنا نقصان نہیں پہنچائے گا ع

---

[۱] سورت ۲۰ آیت ۱۱۴

ہرچہ خوباں کنند خوب آید [جو کچھ حسین کرتے ہیں اچھا ہوتا ہے]

لیکن معنی کے متحقق ہونے سے پہلے صورتوں اور حروف میں رہ جانا بیکار بات ہے (صرف کہنے اور سننے سے کوئی کام نہیں چلتا)، ذلت و عاجزی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ بارگاہ قدس کی طرف متوجہ رہنا درکار ہے اور فنائیت و نیستی کی صفت کے ساتھ جو کہ حقیقت میں کمالِ بے وصفی و بے رسمی ہے متواتر مراقبہ مطلوب ہے تاکہ ایسا ہو کہ معنی کی چاشنی کا ایک قطرہ اس کی جان کے حلق میں ٹپکائیں اور اس کو اس سے ابدی سیرابی عطا کردیں اور یہ اُس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ کا کام ہے اور محض عنایت و بخشش ہے جو چیز کہ بظاہر اس کے ساتھ وابستہ ہے وہ ہمیشہ کی عبودیت (بندگی) اور تلاش ہے اور ہمیشہ پیاسا اور بے آرام رہنا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز سے محبت نہ کرنا اور اس کے شوق کی آگ میں جلنا اور ہر وقت اس کے ساتھ بیقرار رہنا اور اس سوز کے ساتھ پگھلنا ہے آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[1] [اور میں نے جنوں اور
۱۶۸ انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے] اس معنی کے لئے شاہد ہے اور بارگاہِ قدس کے بعض شیدائی لیعبدون سے لیعرفون مراد لیتے ہیں اور غور و فکر کے بعد دونوں عبارتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے کیونکہ بہترین عبادت ذکر ہے اور ذکر کا کمال درجہ مذکور میں فنا ہو جاتا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے، کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک معرفت سے مراد فنا فی المعروف ہے پس عبادت جب کمال کے درجے کو پہنچ جاتی ہے معرفت کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ لیعبدون کے معنی یہ ہیں کہ وہ خلوص کے ساتھ میری پرستش کریں کہ خواہشِ نفسانی اور شیطان کو اس میں دخل نہ ہو اور وہ فنا اور معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی پس اس تقدیر پر عبادت معرفت کے بغیر تصور نہیں کی جاسکتی، یہ ہے اصل بات، اے بھائی ہمیشہ کی معرفت و عبادت اگرچہ اس شخص کے ساتھ وابستہ ہے (لیکن) جب تو اچھی طرح دیکھے گا (تو معلوم ہوگا کہ) وہ بھی عنایت کے پیش آئے بغیر حاصل نہیں ہوگی پس وسائل و مقاصد میں لطف (مہربانی) کا پیش قدمی کرنا ضروری ہے اور ابتدا و انتہا میں عنایت کی دستگیری ہونی چاہئے باقی سب ہیچ ہے اتنا ہے کہ بظاہر لوگوں نے اسباب و وسائل کو اس طرف چھوڑ دیا ہے اور مقاصد و نتائج کو خود سے وابستہ کرلیا ہے اور حقیقت میں سب کچھ اسی کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہے اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ[2] [کام سب کا سب اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر]

[1] سورۃ ۵۱ آیۃ ۵۶ - [2] سورۃ ۱۱ آیۃ ۱۲۳

مکتوب ٥٢

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں آیۂ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ اور اس کے ساتھ والی آیۂ کریمہ کی تاویل میں تحریر فرمایا ہے، یہ مکتوب انقطاع کی تکمیل کو بیان کرتا ہے۔

حققنا اللہ سبحانہ وایاکم بکمال الانقطاع اِلی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہم کو اور آپ کو اپنے ماسوائے کمالِ انقطاع و بے تعلقی کے ساتھ متحقق و مشرف کرے اس طرح پر کہ باطن کی آنکھ میں نہ اس کا عین باقی رہے اور نہ اثر باقی رہے تاکہ کامل انقطاع حاصل ہو جائے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا[2] (اور اس کی طرف پوری طرح انقطاع کر لے) یعنی اپنے نفس اور تمام لطائف عالمِ امر و عالمِ خلق سے اور کمالاتِ وجودیہ سے جو کہ ان (لطائف عشرہ) کی طرف راجع ہیں کامل انقطاع کر لے اور تقویٰ کی حقیقت یہی انقطاع و بے تعلقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ[1] الآیہ میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی اے صورۃ (ظاہری طور پر) ایمان لانے والو! ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف خلوت اختیار کرو اور حضرت ذات مطلق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے موانع و قیود سے پوری طرح قطع تعلق کر لو جیسا کہ قطع تعلق کرنے اور ہٹ جانے کا حق ہے اس طرح پر کہ تمہاری ذوات اور تمہاری طرف
١٦٩ لوٹ آنے والے کمالات کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے اور تمہاری فنائیت تمام لطائفِ عالمِ خلق و امر میں سرایت کر جائے اور تم اس موت کے ساتھ ہرگز نہ مرو جو کہ موت سے قبل ہے (یعنی فنائیت) مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنی ہمیشہ تمام احوال میں اسلام حقیقی سے مشرف ہو چکے ہو کہ (جملہ وانتم مسلمون کا) اسمیہ ہونا دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس آیہ کریمہ میں دائمی موت و فنا پر ترغیب ہے تاکہ اس پر جو اسلام و بقا مرتب ہو وہ بھی دائمی ہو بخلاف صاحب تجلیٔ برقی کے کہ وہ دائمی موت (دائمی فنا) سے نہیں مرا ہے تاکہ یہ تجلی بھی اس کے حق میں دائمی ہو جاتی، اور یہ جان لینا چاہیے کہ تجلیٔ برقی کسی چیز میں خالص تجلی ذاتی سے نہیں ہے اور بلاشبہ وہ تجلی ذاتی شانِ الٰہی کے ملاحظہ کے ساتھ ہے جو کہ جلدی پوشیدہ ہو جانے والی ہے اور ذات جب جلوہ افروز ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو یعنی حقیقتِ جامعہ کلیہ (کو مضبوط پکڑو) جس کو حقیقتِ محمدیہ سے تعبیر

---

[1] سورۃ ٣ آیہ ١٠٢ ۔ [2] سورۃ ٧٣ آیۃ ٨۔

کیا جاتا ہے تاکہ اس رسی کو مضبوط پکڑنا حضرتِ ذاتِ مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں پہنچنے کا ذریعہ ہو جائے اور اسماء و اعیانِ جزئیہ کے متفرق (مختلف) ہونے کے ساتھ تم متفرق نہ ہو جاؤ پس بحیثیت اسمائے جزئیہ اور طرقِ متفرقہ جبتک حضرتِ اجمال تک منتہی نہیں ہوں گے اُس وقت تک تم بارگاہِ ذاتِ مطلق تک نہیں پہنچو گے اور تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو بعد اس کے کہ اس نے تم کو حقیقتِ جامعہ میں جمع کیا جبکہ تم اسمائے متفرق ہونے کے ساتھ (ایک دوسرے کے) دشمن تھے کیونکہ ان کے بعض کا مقتضیٰ دوسرے بعض کے مقتضیٰ سے ٹکراتا تھا پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اس طرح پر کہ تم کو ایک ہی حقیقتِ جامعہ میں جمع کر دیا اور تم ایک قلبِ واحد یعنی قلبِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر کر دیا پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے جو کہ ایک ہی حقیقت (حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی سے فیوض لینے والے ہیں جیسا کہ سب بھائی ماں سے اخذ کرتے ہیں۔

مکتوب ۵۳

حقائق و معارف پناہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام اُن کے بعض کمالات کے بیان میں اور اپنے مخصوص اسرار میں سے کسی سِر کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین، ہم امیدوار ہیں کہ وہ برادرِ گرامی دلائل کی اقسام سے رہائی حاصل کر کے مدلولِ حقیقی کے ساتھ مل جائیں اور جزئی سے کلی کے ساتھ اور وہاں سے اوپر کے مقام تک ملحق ہو جائیں اور قوسین سے او ادنیٰ تک پہنچ کر اور خالص کو مخلوط (مرکب) سے جدا کر کے اور دائرہ صباحت سے گذر کر ملاحت کے نقطہ کے دامن کے ساتھ چنگل ماریں بلکہ
المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرے] کے بموجب مذکورہ نقطہ کے مرکز کے بطون ۱۸۰
(پوشیدگیوں) میں نفوذ کر جائیں اور علم سے نادانی (جہل) میں اور گفتگو سے خاموشی میں آجائیں اور نفی کے معاملہ کو پس پشت ڈال کر کلی طور پر اثبات کے نگراں ہو جائیں بلکہ وہاں سے مجہول الکیفیتی کا حصہ حاصل کریں اگرچہ مختصر طور پر ہی ہو اور خلیل سے حبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ محبیہما کی طرف متوجہ ہوں ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

آپ کی فطرت کی بلندی اور محبتوں اور فریفتگیوں سے یہ امور قریب ہیں بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ثابت ہیں لیکن مجھ جیسے ناقابل پست استعداد کو کہ جس نے اپنی تمام قابلیت کو لغزشوں اور گناہوں پر صرف کیا ہے

کیا طاقت ہے کہ ان بزرگ مطالب کا خیال کر سکے، اس بات کو تکلف یا کسرِ نفسی پر محمول نہ کریں کہ یہ واقع کا بیان ہے ہاں اسقدر پایا ہے کہ اس نالائقی و گناہ کے باوجود ایک سرّ اس کی فطرت و ذات میں ودیعت رکھا ہے کہ مستودع (جس کے پاس امانت رکھا گیا ہے) کو اس کی حقیقت سے کماحقہ اطلاع نہیں دی ہے وہ ہمیشہ اپنی فطرت کا والہ و شیدا ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ محبتیں رکھتا ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سرّ اس کے ودیعت رکھنے والے کے نزدیک بھی محبوب ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵۴

جاناں بیگم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے اسرار کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فعل الحکیم لا یخلوا عن حکمۃ [حکیم (اللہ تعالیٰ) کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا] جو کچھ جمیلِ مطلق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے پہنچے گوارا و پسندیدہ ہے ؎

مئے تلخست جورِ گلعذاراں　　　کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

[حسینوں کا جور و ستم تلخ شراب (کی مانند) ہے کہ اس کو جتنا بھی پیا جائے خوشگوار لگتی ہے] بلا (مصیبت) محبوب کا تازیانہ (کوڑا) ہے جو کہ محب کو ماسوا کی طرف التفات کرنے سے باز رکھتا ہے اور (صرف) محبوب کی جانب رہنمائی کرتا ہے، بلا محبوب کی کمند ہے جو کہ محب (محبت کرنے والے) کے ہر رگ و ریشہ میں آگی ہوئی ہے اور کشاں کشاں (اس کی طرف) لے جاتی ہے ؎

من نہ باختیارِ خود می روم از قفائے او　　　آں دو کمندِ عنبریں می بردم کشاں کشاں

[میں اپنے اختیار سے اس کے پیچھے نہیں جاتا ہوں اس کی دو عنبریں کمندیں کشاں کشاں (کھینچ کر) مجھ کو لے جاتی ہیں]

بلا (مصیبت) محب و محبوب کے درمیان دلالہ ہے جو اپنی دلالگی کی خوبی سے ایک کو دوسرے سے ملاتی ہے ۱۷۱ اور عالم مجاز میں عاشق کی جانب سے معشوق کیلئے دلالہ ہے، یہ عجیب بات ہے کہ اس مقام میں دلالہ معشوق کی جانب سے ہے ہاں سبقت اصل کی طرف سے ہونی چاہئے۔ فرع جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے فرع کسی امر میں بذاتِ خود استقلال نہیں رکھتی، یہ عشق و محبت جو اس میں ہے یہ بھی اسی کی طرف سے ہے اور اسی کا عطیہ ہے ؎

ادائے حقِ محبت عنایتے ست ز دوست　　　وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسند است

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

معشوق کا ناز اگرچہ استغنا و بے پروائی کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف مائل نہیں ہوتا لیکن جب تو اچھی طرح دیکھے (تو معلوم ہو گا کہ) عشق دونوں طرف سے ہے اور محبوب بھی محب کی طرح محب کا مشتاق ہے حدیثِ قدسی میں ہے الاطال شوق الابرار الی لقائی وانا الیھم لاشد شوقا [آگاہ رہو کہ ابرار کا شوق میرے ملنے کی طرف زیادہ ہے اور میں ان کی ملاقات کا نہایت شدت سے شوق رکھتا ہوں] کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عاشقاں ہر چند مشتاقِ جمالِ دلبر اند دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق تر اند

[عاشق لوگ اگرچہ دلبر کے جمال کے مشتاق ہیں لیکن دلبر عاشقوں پر عاشقوں سے بھی زیادہ عاشق ہیں] لیکن معشوق کا عشق پوشیدگی اور پردے میں ہے ؎

پری رو از بروں آلودۂ شرم دروں از شعلہ ہائے دوستی گرم

[پری رو (محبوب) باہر سے شرم آلودہ ہے اور اندر سے دوستی کے شعلوں کے ساتھ گرم ہے] اور عاشقوں کا عشق بے پردہ ہے

عشقِ معشوقاں نہان ست و ستیر عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

[معشوقوں کا عشق پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق دو سو ڈھول اور نفیریوں کے ساتھ ہے لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان (کی طرح کمزور و ٹیڑھا) کر دیتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش و فربہ کرتا ہے] والسلام

مکتوب ۵۵

مولانا محمد حنیف کے نام ایک دوست کے حال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے لکھا تھا کہ اس کے دل و دماغ سے خطرہ برطرف ہو گیا ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ عزیز خواجہ محمد حنیف کے مکتوب گرامی نے وصول ہو کر مسرور کیا، صبغۃ اللہ و حافظ عافیت کے ساتھ پہنچ گئے ہیں اور آپ سے بہت خوش آئے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے ملا نعمان صافی کے حالات کے بارے میں لکھا تھا کہ "اس کے بعد گم شدگی اور نیستی (فنائیت) بہت غالب ہوئی اور قلب و دماغ سے خطرات یک لخت جاتے رہے اور عجیب و غریب کیفیات ظاہر ہونے لگیں الخ" میرے مخدوم! اس دوست کے تمام احوال[۱] (درست) ہیں لیکن دماغ سے خطرہ کا مطلق طور پر دفع ہو جانا محلِ غور ہے جب خطرہ قلب سے اٹھ جاتا ہے تو دماغ میں چلا جاتا ہے، دماغ سے جو کہ حواس باطنہ کا محل ہے جب برطرف ہو جائے تو کہاں جائے۔ یہاں ایک سر ہے

کہ ہمارے حضرت قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس اس کے ساتھ ممتاز تھے دوسروں کو پھر کیا حاصل ہوگا، آپ نے جو اجازت بعض دوستوں کو دی ہے جو کچھ استخارہ کے بعد واقع ہوا ہے امید ہے کہ وہ مبارک ہے، والسلام

مکتوب ۵۶

مولانا محمد صدیق کے نام مراقبہ کے علاوہ (دوسرے اوقات) میں کیفیت کے کثرت سے ظاہر ہونے کے بھید میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر عزیزم مولانا محمد صدیق نے لکھا تھا کہ مراقبہ اور غیر مراقبہ کی حالت یکساں ہوگئی ہے بلکہ بعض اوقات جبکہ میں مراقب نہیں ہوتا کیفیت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور پابندی و توجہ و مراقبہ کے وقت میں کیفیت و حلاوت بہت کم حاصل ہوتی ہے اور توجہ نہ کرنے کے وقت میں بعض اوقات خاص کیفیات مشاہدہ میں آتی ہیں۔

میرے مخدوم! یہ یافت (حصولِ کیفیات) اصالتِ نسبت کی خبر دیتی ہے اور آفاق و انفس سے ماورٰی کا پتہ دیتی ہے، مراقبہ کی وضع گویا نسبتِ انفسی (حاصل کرنے) کے لئے ہے اگرچہ یہ کلیہ (قاعدہ) نہیں ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں زتو نیست ۔۔۔ پا در دامان و سر بجیب اندر کش

(جب اُس جمال (حسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے) دائرۂ ظل کی نہایت انفس کی نہایت ہے آفاق اور انفس کے باہر ظل نہیں ہے (بلکہ) نسبتِ اصالت میں ابتدا ہے اور نیز ہمارے بزرگوں کی نسبت دلربا معشوق کا حکم رکھتی ہے تو اُس کے ساتھ جسقدر وابستگی رکھے گا اور توجہ کرے گا اور اس کے لئے مراقبہ میں بیٹھے گا وہ ناز و ادا میں آئے گا اور خود کو ایک طرف کھینچے گا اور جب اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو جلوہ دکھائے گا اور اپنی شان کے مطابق ظہور فرمائیگا۔ والسلام علیکم و علی من لدیکم۔

مکتوب ۵۷

میرزا عبید اللہ کے نام بعض مواجید (وجد و حال) کے جواب میں جو کہ انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: معزز و مکرم بھائی کے دو خطوط کہ جن میں بہت

عرصہ کے بعد دُور افتادہ فقرا کو یاد کیا ہے یکے بعد دیگرے پہنچ کر باعثِ مسرت بخش ہوئے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے ۱۰۳
کہ فقرا کے ساتھ رابطہ اور باطنی ذوق و شوق میں مخالف صحبت کے باوجود کوئی فتور داخل نہیں ہوا ہے
بلند روشن احوال کے مطالعہ سے جو کہ خط میں درج کئے ہوئے تھے، ذوق یاب اور لذت اندوز ہوا، اور یہ جو
دوسرے خط میں تحریر تھا "کہ باطنی اذواق سے مغلوب ہونے کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعتِ غرا کے
مطابق ہے بلکہ شرائع کے آئینے میں جو مواجید مشاہدہ ہوتے ہیں بہت زیادہ لذت دیتے ہیں الخ" (اس نے
ذوق پر ذوق بڑھایا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے آخرت کی نجات کا مدار شریعتِ حقہ کے ساتھ جو کہ وحیِ قطعی سے
ثابت ہو چکی ہے وابستہ کیا ہے اور اپنے قرب کو سنتِ منورہ کے اتباع پر موقوف کیا ہے، آیتِ کریمہ قُلْ
اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الآیہ اس بات کی خبر دیتی ہے۔ اور یہ جو بعض سالکوں کو راہِ سلوک طے کرنے کے
دوران بعض امور جو بظاہر طریقۂ نبوت کے خلاف ہی ظاہر ہوتے ہیں اگر وہ سالک مقبول بندوں میں سے
ہے تو اس کے ظاہر کو احکامِ شرعیہ کے ساتھ مزین رکھتے ہیں اور ہلاکتوں کے گرداب سے اس کی حفاظت
کرتے ہیں اور اس کے وجدان کے خلاف اس سے عمل کراتے ہیں، ایک جماعت کو اس شہود سے باہر نکال
لیتے ہیں اور کام کی حقیقت کی طرف جو کہ حقیقی اسلام ہے اور اس مقام میں کشوف کو علومِ شرعیہ
کے ساتھ مطابقت سے ہدایت دیتے ہیں اور ایک دوسری جماعت کو اسی شہود میں آخر تک رکھتے ہیں
لیکن مقبول بندوں کی نومولود بچے کی طرح حفاظت فرماتے ہیں، الحمد للہ (آپ کے) پاکیزہ خطوط کے
مطالعہ سے بہت حظ حاصل ہوا، یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "حتی الامکان احکام (شرعیہ) کے
دائرے سے باہر نہیں جانے دیتے اور ہر حکم میں لطیفۂ دل کو ایک خاص ذوق حاصل ہے اور تمام مواجید
(وجد و حال) روشن سنت کے مطابق ہیں" یہ اصالتِ نسبت سے ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "فرائض ادا کرنے میں ایک وجدان ہے کہ سنت میں وہی معنی تفصیل کے طور پر ہیں" یہ وجدان صاحبِ معنی کے کمال کی خبر دینے والا ہے اور جب کمال الکمال تک ترقی واقع ہوتی ہے تو فرائض میں ایسے معنی حاصل کرتا ہے کہ نوافل میں ان کا کوئی پتہ و نشان نہیں ہوتا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی قراءت میں تلاوت کرنے والا دائم اپنے آپ کو نہیں پاتا اور کلام سے متکلم کو پاتا ہے اور اس نیستی کے پانے میں بھی دوسری ہستی ہے" ہاں بادشاہوں کی بخششوں کو انہی کی سواریاں اٹھاتی ہیں اور اس معنی کی طرف اشارہ کرنے والی باتوں میں سے وہ بات بھی ہے جو شیخ الشیوخ قدس سرہ نے عوارف المعارف میں کہی ہے کہ صوفی کے لئے جب توحید کی پیشانی کا نور چمکتا ہے اور وہ اپنے کان سے وعد و وعید
سننے اور اپنا دل ماسوا اللہ تعالیٰ سے خالی کرنے کی طرف لگا دیتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حاضر و شہید ۱۰۴

ہو جاتا ہے تو وہ تلاوت کے دوران اپنی زبان یا اپنے غیر کی زبان کو شجر موسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند دیکھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اُس (موسٰی علیہ السلام) کو اُس (درخت کے واسطے) سے اپنا یہ خطاب کہ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ (بیشک میں اللہ ہوں) سنایا پس جبکہ اس (موسٰی علیہ السلام) کا اس کلام کو سننا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور یہ استماع (سننے کے لیے کان لگانا) اللہ تعالیٰ کی طرف تھا اس لئے اس کا سننا اس کا دیکھنا اور اس کا دیکھنا اس کا سننا اور اس کا علم اس کا عمل اور اس کا عمل اس کا علم ہو گیا اور اس کا اول اس کے آخر کی طرف اور اس کا آخر اس کے اول کی طرف لوٹا۔ والسلام علیکم

مکتوب ۵۸

مولانا اللہ داد کے نام نسبتِ باطن کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیزم میاں اللہ داد کا مکتوب مرغوب وصول ہو کر مسرت ہوئی، اسی طریق پر احوال لکھتے رہنا چاہئے کیونکہ (یہ) باطنی رابطہ کی تقویت کا سبب اور غائبانہ توجہ کا باعث ہے، باطنی نسبت کی حفاظت کرنا نہایت اہم کام ہے اور ماسوی اللہ کی طرف التفات کرنے سے اپنے سر (باطن) کی نگاہداشت اشرف مقاصد میں سے ہے، درس سے فراغت کے بعد دن رات میں ایک دو وقت خلوت (تنہائی) کے لئے مقرر کرنے چاہئیں تاکہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر اذکار و افکار کے وظائف میں مشغول رہیں اور اس نمود بے بود سے اپنے وجود اور اس کے متعلقات کی نفی کریں، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وجودِ بشریت کی نفی کرنے میں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گذاروں کی کئی سال عبادت سے بہتر ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم (تم پر اور تمہارے نزدیک والوں پر سلامتی ہو)۔

مکتوب ۵۹

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام نیاز (عاجزی) کو لازم پکڑنے اور وجود کی نفی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو ہدایت وارشاد کے مراتب پر ترقی بخشے، رخصت کے وقت سے (اب تک) آپ کی طرف سے کوئی مکتوب موصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے کہ آپ کس طرح پر زندگی گذار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں، کوئی شخص سلسلہ میں داخل ہوا ہے یا نہیں اگر ہوا ہے تو کس

کیفیت کے ساتھ ہوا ہے، مختصراً معلوم ہے کہ اوقات پختہ و مضبوط رکھتے ہیں خاص فنائیت آپ کی ذات میں ودیعت ہے جو کہ دوستوں کے لئے رشک کا باعث ہوتی ہے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے امید ہے کہ ناکامی و پریشانی کے حالات میں مستقیم رہیں گے اور حادثات و مصائب سے مذبذب نہ ہوں گے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

من بعد من و شکستگی و در دوست ۔۔۔ چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست

(اس کے بعد میں ہوں اور شکستگی ہے اور دوست کا دروازہ ہے چونکہ دوست دل شکستہ کو دوست رکھتا ہے۔)

اور تمام اوقات میں بشریت کے وجود کی نفی میں کوشش کریں تاکہ معاملہ انتہا تک پہنچ جائے اور ظل سے اصل کی طرف چلا جائے اور گوش (سننے) سے آغوش (حصول) تک پہنچ جائے پھر آپ کے ساتھ جو کچھ معاملہ کیا جائے گا کیا جائے گا، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

چکد مشک تر از دستم گر آں گیسو بچنگ افتد ۔۔۔ دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

(اگر وہ گیسو چنگل (ہاتھ) میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے، اگر وہ ماہ (محبوب) گود میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے) والسلام

مکتوب ۶۰

خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے خواہ وہ کمالاتِ نبوت ہوں یا کمالاتِ ولایت ہوں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است ۔۔۔ (دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے)

میرے مخدوم! کمالاتِ ولایت شریعت کی صورت (ظاہر) کا نتیجہ ہیں اور کمالاتِ نبوت شریعت کی حقیقت (باطن) کا پھل ہیں پس ولایت و نبوت کے کمالات میں سے کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو کہ شریعت کے دائرہ سے باہر ہو اور وہ اس (شریعت) سے بے نیاز ہو، ہاں بعض معاملات جو کہ مذکورہ کمالات کے علاوہ ہیں کہ جن کے حاصل ہونے میں اعتقاد و عمل کی کوئی تاثیر نہیں ہے ان کا افاضہ (ہونا) تفضل و احسان کی راہ سے ہے اور وہ معاملات اصالتاً انبیائے مرسل علیٰ نبینا وعلیہم وعلی جمیع الانبیاء الصلوٰت والبرکات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور ان سے گذرنے کے بعد وہ معاملات ہیں کہ جن کا فیضان محبت کی راہ سے ہے جو کہ تفضل و

احسان سے اوپر ہے کہ بالاصالت حبیب و کلیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور جو معاملات کہ محبوبیتِ ذاتیہ سے تعلق رکھتے ہیں حضرت حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے لئے خاص ہیں، یہ معاملات اگرچہ شریعتِ غرا (روشن) کے دائرہ سے باہر ہیں لیکن چونکہ شریعت اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے کسی قسم کا استغنا نہیں رکھتے۔ جان لیں کہ یہ مذکورہ معاملات اگرچہ اصالت کے طور پر ان اکابر کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن جائز ہے کہ ان کے کامل تابعداروں کو (بھی) وراثت کے طور پر ان سے حصہ مل جائے اور متبوع کی طرح اس کے طفیل میں اس کی خاص دولت سے ہم آغوش ہو جائے (حاصل کر لے) ؎

دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید [اگر وہ ماہ (محبوب) گود میں آ جائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے]

چونکہ تابع ہمیشہ طفیلی اور اس کے دسترخوان سے کھانے والا ہے (اس لئے) متبوع کے ہمسر ہونے ۱۸۶
کی نسبت اس کے مساوی اور افضل ہونے کا توہم لازم نہیں آتا ہے، یہ معارف حضرت عالی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خاص اسرار میں سے ہیں، اور تابع کامل سے مراد وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ خود ہیں یا جو اُن کے مثل ہے ہم جیسے بوالہوسوں کو ان امور کا بیان کرنا اور سننا بھی حسنِ قبول کی شرط کے ساتھ غنیمت ہے اور اس کا ایمان رکھنا داخلِ کمال ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ والسلام

مکتوب ۶۱

مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حال کی نفی نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دو طرح پر ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مولانا حسن علی احسن اللہ سبحانہ حالہ و حصل آمالہ [اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے حال کو اچھا رکھے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے] کا مکتوب مرغوب پہنچا حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے اور حصولِ مطلوب کے موانع سے بچائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ: "تو علوم میں مشغول ہونے سے جاناں (محبوب) کی کوئی بو دماغ میں آتی ہے اور نہ ذکر و فکر ہی سے کوئی چیز جان کے حلق میں آتی ہے اس کے درمیان متذبذب نقدِ وقت ہے۔" میرے مخدوم! نسبت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے باطنی نسبت کی نفی مطلقاً نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ باطن کو ایک ایسی نسبت حاصل ہوتی ہے جو اس عالم (دنیا) کے مناسب ہے اور ظاہر کو ہرگز اس کی اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اس کی نفی کرتا ہے اور اس کی وجہ سے قلق و اضطراب میں رہتا ہے پس ہم میں سے وہ شخص بھی ہے

جس نے اس کو جان لیا اور وہ شخص بھی ہے جس نے اس کو نہیں جانا پس آپ جیسے لوگوں کو علم کی نفی کرنا اصل کی نفی کرنے سے بہتر ہے اور نیز چونکہ یہ گھر (دنیا) عمل کا گھر ہے اور اجر (بدلہ) کا گھر آگے آنے والا ہے (اس لئے) خود کو اعمال کی پابندی میں مشغول رکھنا چاہئے اور کسی مذبذب کے بغیر بتائے ہوئے طریقہ کی پابندی کرنی چاہئے عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا اور اس کے ساتھ عمل سے رک جانا اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے، حقیقی ملاقات کا مقام آگے ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ[1] [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وہ ساعت آنے والی ہے] اس مقام (دنیا) میں انتظارِ مطلوب جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے مطلوب میں مستغرق رہنے سے بہتر ہے اس لئے کہ پہلی چیز (انتظارِ مطلوب) عمل ہے اور وہ ترقی بخشنے والا ہے اور دوسری چیز (مطلوب میں مستغرق رہنا) اجر ہے جس کا کہ دوسرے عالم (آخرت) میں وعدہ کیا گیا ہے طالبین کی تسلی کے لئے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے کچھ نمونے اور اس کے ظلال میں کسی ظل کے ساتھ آرام دیتے ہیں اور بعض کو یہ آرام بھی نہیں دیتے اور اجر موعود میں (وعدہ کئے ہوئے اجر میں) کمی نہیں کرتے ایک بزرگ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جو چیز تیرے دل میں گذرے یا جو کچھ تیرے خیال میں آئے
پس اللہ تعالیٰ اس کے برعکس ہے" اور شاید آپ یہ چاہتے ہیں کہ مطلوب کو اس عالم میں آغوش میں لے آئیں اور ۱۷۶
عنقا کو جال میں پھنسا لیں، یہ مشکل ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شخص شکار نہیں کرسکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ میں ہوا ہی یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا]

دوسری بات آپ نے یہ لکھی تھی کہ "شیخ ہونے اور ارشاد (ہدایت کرنے) کا مقام شرائط رکھتا ہے مثلاً طالبین کی قابلیتوں اور استعدادوں اور ان میں اثرات کے حاصل ہونے پر مطلع ہونا" آپ جان لیں کہ طریقہ سکھانے کی اجازت دو قسم کی ہے ایک یہ کہ کسی کامل شخص کو خلافت دے اور مشیخت (پیر ہونے) کے مقام پر بٹھائے اور یہ وہ نہیں ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں (اس لئے) شرائط کی ضرورت نہیں ہے۔ (اجازت کی) دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص شخص کو اجازت دے اور اس مجاز (اجازت یافتہ شخص) اور اس کے مریدوں کے بعض فائدے اس ضمن میں ملحوظ رکھے اس صورت میں تمام شرائط درکار نہیں ہیں، ہمارے حضرت قطب المحققین مجدد الف ثانی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے رسالہ مبدا و معاد[2] میں تحریر فرمایا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص (مرید) کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیتا ہے اور اس ناقص کے

۱؎ سورۃ ۲۹ آیۃ ۵۔ ۲؎ مبدا و معاد منہاج ۴۹

مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے الخ" اور نیز اسی جگہ لکھا ہے" کہ نقص اگرچہ اجازت کے منافی (خلاف) ہے لیکن (جب) کامل مکمل بزرگ ناقص کو اپنا قائم مقام بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جانتا ہے (تو اس) نقص کا ضرر دوسرے تک تجاوز نہیں کرتا، واللہ اعلم بحقایق الامور کلہا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کا زیادہ جاننے والا ہے) اور جو اجازت کہ آپ کو دی گئی ہے ان دونوں قسم کی اجازت سے نیچے درجہ کی ہے جو کہ چند اشخاص تک محدود ہے تاکہ آپ شغل و مراقبہ میں اکیلے نہ رہیں اور کچھ لوگ شریک ہو جائیں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں یہ معنی (مل کر ذکر و مراقبہ کرنا) بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور ایک دوسرے میں فنا ہونے کی شرط کے ساتھ صحبت مطلق تنہائی سے بہتر ہے کیونکہ صحبت میں ایک کے فیوض دوسرے پر فائض ہوتے ہیں، اس قسم کی اجازت کو جو کہ محض سفارت (پیغام رسانی) ہے، آپ مشیخت (پیری) اور بہت بڑا کام تصور کر کے اس سے گریز کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں کہ "اس قسم کا شخص جو کہ مرید کو جیسا کہ وہ ہے اس سے دوسری طرح کا نہیں کر سکتا (اس کے حالات میں تبدیلی نہیں لا سکتا) اگر وہ شخص پیر ہونے کی ہوس نہ کرے تو بہتر ہے چنانچہ کسی بزرگ کی یہ رباعی مشہور ہے ؎ با ہر کہ نشینی و نشد جمع دلت الخ

میرے مخدوم! آپ نے ابھی تک تو کسی شخص کو ذکر کی تلقین بھی نہیں کی ہے (تو پھر) کہاں سے یقین کر لیا کہ اس کے حالات میں تبدیلی نہیں آئے گی اور دل کی جمعیت اس کے حق میں حاصل نہیں ہوگی، آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے، جب آپ پہلے ہی قدم میں ہمت چھوڑ رہے ہیں اور پانی دیکھے بغیر موزے اتار رہے ہیں (تو پھر معلوم (ہی) ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور اس کا کیا نتیجہ حاصل ہوگا ؎ ۱۲۸

اگر گوئی کہ بتوانم قدم در نہ کہ بتوانی و گر گوئی کہ نتوانم برو بنشیں کہ نتوانی

(اگر تو کہتا ہے کہ میں کر سکتا ہوں تو قدم رکھ (شروع کر) کیونکہ تو (ضرور) کر سکتا ہے اور اگر تو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں کر سکتا تو جا بیٹھ جا کیونکہ تو نہیں کر سکے گا) آپ کو مریدوں کے احوال تبدیل کرنے میں کیا دخل ہے آپ قاصد سے زیادہ نہیں ہیں اگر خبر دینے والے پر اعتماد رکھتے ہوتے تو ہرگز اس قسم کی بات نہ لکھتے۔ جان لیں کہ یہ گفتگو آزار (رنج) کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہاں پوری طرح دل صاف ہے بلکہ خطا کے مواقع پر تنبیہ (ہدایت) کے طور پر ہے جو کہ پیر کو مرید کے بارے میں ضروری ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۶۲

ملا محمد قلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رضا کے مقام میں دو اعتبار ہیں۔

بسم اللہ والسلام علیٰ رسول اللہ ، رضا کے مقام میں جو کہ مقامات میں سب سے آخری مقام ہے دو اعتبار ہیں پہلا اعتبار ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا اور دوسرا اعتبار ہے بندے کا حق سبحانہ وتعالیٰ سے راضی ہو جانا ، دوسرا اعتبار پہلے اعتبار پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے کہ پہلے حق تعالیٰ کی رضا ہے اس کے بعد بندے کی رضا ، جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ[1] [اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے] والسلام

مکتوب ۶۳

مخدوم زادہ عالی مقام جامع کمالات صوری و معنوی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس بیان میں کہ مخلوق کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کی نسبت تمثیل کے طور پر ہے اور اس کے مناسب بعض معارف کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى[2] [اور اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے] عالم کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ وتقدس کی نسبت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ گھومنے والے نقطہ کو اس دائرہ موہومہ کے ساتھ نسبت ہے جو اس نقطہ کے تیزی کے ساتھ گھومنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عالم کو ایسے وجود کے ساتھ موجود بنایا ہے جبکہ اُس (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کا ظل ہے (اور) وہ کسی ایسے خارج کے ساتھ خارج نکلا ہوا ہے جو کہ حق سبحانہ کے خارج کا ظل ہے اور اُس (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ کو عالم کے ساتھ متعارف احاطہ و سریان کی کوئی نسبت نہیں ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ سبحانہ وتعالیٰ عالم کو اس طرح احاطہ کئے ہوئے ہے جس کا ہماری عقلیں ادراک نہیں کر سکتیں اور جو ہمارے احاطۂ اوہام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور تو جان لے کہ نقطۂ مذکورہ وجود کے مراتب کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس دائرے میں داخل نہیں ہے اور نہ ہی اس سے خارج ہے اس لئے کہ بیشک نقطہ کے وجود کے مرتبہ میں دائرہ کا کوئی اثر و نشان نہیں ہے اور بلاشبہ یہ (دائرہ) کے ۱۶۹
اندر ہے پس خروج و دخول کی نسبت متصور نہیں ہے اور اس کے باوجود اس دائرے میں اس نقطہ کے سوا کوئی چیز نہیں ہے ساتھ ہی بلاشبہ یہ (دائرہ) اس (نقطہ) کا عین نہیں ہے پس ہم جس بیان کے درپے ہیں اس کو بھی اسی پر قیاس کر لیں پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وجود میں اقرب (سب سے قریب) ہے اور وجدان سے ابعد (سب سے دُور) ہے پس بلاشبہ سیر و سلوک ان کا اپنی اپنی استعداد کے مطابق دائرۂ عالم کو طے کرنا ہے تا کہ وہ (سالک)

---

[1] سورۃ ۵ آیت ۱۱۹ و ۹ آیت ۱۰۰ و ۵۸/۲۲ و ۹۸/۹ ۔ [2] سورۃ ۱۶ آیت ۶۰

اس کے ساتھ نقطۂ واجب تک پہنچ جائے، اور آپ جان لیں کہ بیشک مومنین کا حشر قیامت کے دن جمع کیا جانا دائرۂ عالم کے اس نقطہ پر ہوگا جسے نقطۂ اصل سے قرب ہے (بعض مومن) اپنے اپنے درجات کے فرق کے مطابق بعض سے اقرب ہوں گے، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میری سیر آب اس نقطہ تک پہنچ گئی ہے جو کہ نقطۂ اصل سے زیادہ قریب ہے اور اس سے اوپر کوئی سیر متصور نہیں ہے پس لا زماً حشر بھی اسی نقطہ پر میسر ہوگا کیونکہ اس نقطہ سے اوپر (سیر) متصور نہیں ہے اس سے ماورا عابدوں کے لئے کچھ نہیں ہے، اس قرینے سے میں سمجھتا ہوں کہ وفات کے بعد اور قیامت کے روز اور بہشت میں بعض وہ امور جو کہ اس مقام کی تکمیل کرنے والے ہیں اور اس مقام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں فائض ہوں گے اور نیز بعض وہ علوم و معارف جو اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوئے ہیں اور ان کی شان اس دنیا میں مستور ہونا ہی ہے اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے فضل و کرم سے ظاہر اور منکشف ہوں گے اور اس قسم کے حقائق و دقائق کہ یہاں جن کی شان پوشیدہ رہنا ہی ہے بہت زیادہ ہیں، اگر ان میں سے تھوڑا سا بھی بیان کیا جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا۔ والسلام

مکتوب ۶۴

شہزادۂ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام جہادِ اصغر کے فضائل کے بیان اور جہادِ اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد ذرۂ احقر عرض کرتا ہے کہ اُن لوگوں کا وقت و حال کتنا اچھا ہے جنھوں نے اس بہت بڑے کام اور عظیم مہم کے لئے کمرِ ہمت کو پُر مسرت خدمت میں چست باندھا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ اس سخت سفر کو جو کہ حقیقت میں خیرات و برکات کا پھل دینے والا اور درجات کی ترقی کا وسیلہ ہے ذوق و شوق کے ساتھ اختیار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک جنت میں سَو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کی مانند ہے[1] اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۸۰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا شب قدر کو مکہ مکرمہ میں حجرِ اسود کے نزدیک قیام

[1] اور حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان بقدر پانسو برس کے فاصلہ ہے (مترجم)

کرنے سے بہتر ہے، اس کو امام بیہقی و ابن حبان رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (اس حدیث کے پیش نظر) علما نے کہا ہے کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے اس لئے کہ لیلۃ القدر کو مکہ مکرمہ میں قیام کرنا مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ کے دس کروڑ مہینوں کے قیام کی برابر ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مسلمانوں کے پیچھے کسی ایک رات پہرہ دیتا رہا اس کو ان تمام لوگوں کی برابر اجر ملے گا جو اس کی پہرہ داری میں (اطمینان سے) روزے رکھ رہے اور نمازیں پڑھ رہے ہیں، اس کو طبرانی نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے علما نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ جس حاکم کے علاقہ میں لوگ اس کی حمایت و حفاظت میں امن و امان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حاکم کے اعمالنامہ میں بھی ان لوگوں کے نیک اعمال کی مثل لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فضل عظیم کس قدر عالی شان ہے، افسوس کہ یہ ناکارہ اس قسم کی خوشگوار نعمت سے باعتبار ظاہر محروم ہے اور بعض مشکلات اور رکاوٹوں کی وجہ سے اس جہاد فی سبیل اللہ کا تارک ہے يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا[1] (کاش کہ ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا) لیکن باطن کی رو سے اپنے ساتھ ہی جانیں اور دعا و توجہ کی راہ سے جو کہ فقرا کا معمول ہے ممد و معاون تصور فرمائیں، اگر گوشہ نشین فقرا سالہا سال تک ریاضت کریں اور چلے کھینچیں (تو بھی) اس عمل کی گرد کو نہ پہنچیں، جو طاعات و عبادات اس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشینی کی طاعات سے کئی گنا زیادہ افضل ہیں، اس جگہ کا ذکر و تسبیح کچھ اور ہی ثواب رکھتا ہے اور وہاں کی نماز علیحدہ مرتبہ رکھتی ہے اور اس مقام کے صدقات و نفقات کا درجہ بہت بڑا ہے اور اس معرکہ کے (اندر لاحق ہونے والے) امراض کا نتیجہ جدا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہوں گی ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اور زیادہ ہوگا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا (کسی دوسری مسجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور سرحد کی حفاظت کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کی برابر ہے، اس کو ابو الشیخ و ابن حبان نے روایت کیا ہے، اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرحد کی حفاظتی قیام گاہ میں ایک نماز پڑھنا پانسو نمازوں کے برابر ہے اور اس (جہاد فی سبیل اللہ) میں ایک دینار و درہم کا خرچ کرنا اس کے علاوہ (کسی اور نیک راہ) میں سات سو دینار

---

[1] سورۃ نساء آیت ۷۳

۱۸۱ خرچ کرنے سے افضل ہے، اور نیز آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ یا کسی غازی کے اہل وعیال کی یا کسی مکاتب غلام کی اس کے آزاد کرانے میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اس کو احمد و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کھڑا ہونا (اگرچہ) وہ اس میں تلوار میان سے نہ نکالے اور وہ نیزے سے کسی کو زخمی بھی نہ کرے اور کسی پر تیر بھی نہ پھینکے ایسی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس میں آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (رواہ ابن البخاری) نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بھی بیمار ہوا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کے لئے ایک لاکھ ایسے غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ (درہم) ہو، رواہ ابن زنجویہ۔ (اور اس میں کچھ) شک نہیں ہے کہ یہ مہمت (جس کی طرف آپ متوجہ ہیں جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ ابوذر اور ذہبی رحمہا اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کی ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جن کو روافض کا نام دیا جائے گا وہ اسلام سے رفض (روگردانی و ترک) کریں گے پس تم اُن کو قتل کرو کیونکہ بیشک وہ مشرکین ہیں۔ اور دارقطنی نے حضرت علیؓ سے اور انھوں نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو بدزبان ہوگی ان کو رافضی کہا جائے گا پس اگر تو ان کو پائے تو قتل کر، بیشک وہ مشرکین ہیں انھوں (حضرت علیؓ) نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان میں کیا علامت ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا وہ تیرے بارے میں اُن باتوں کا اضافہ کریں گے جو تجھ میں نہیں ہیں، اور سلف (پہلے لوگوں) پر طعن کریں گے اور اس (دارقطنی) نے دوسرے طریق (سند) سے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے اور اسی طرح ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اس روایت سے یہ الفاظ زیادہ ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہم، اہل بیت کے ساتھ منسوب کریں گے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب کریں گے (بُرا کہیں گے)۔

فصل بالخیر (حدیث) رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر [(اب) ہم جہادِ اصغر (جہادِ اعداء) سے جہادِ اکبر (جہادِ نفس) کی طرف لوٹتے ہیں] حدیث قدسی میں آیا ہے عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمربستہ ہے] انسان کا نفسِ امارہ تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کے باوجود اپنے کفر و انکار پر مُصر ہے، آسمانی احکام کی طرف مائل نہیں ہوتا اور احکامِ الٰہی جل سلطانہٗ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ (نفس) چاہتا ہے کہ سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں اور

وہ کسی کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو، برابری اور خودی کا دعویٰ اس میں راسخ ہے اور اَنَا رَبُّکُمْ
(میں تمہارا رب ہوں) کی صدا اس کے اندر سے نکلتی رہتی ہے اسی لئے اس (نفس) سے دشمنی رکھنا (بارگاہِ الٰہی
میں) پسندیدہ و مقبول ہوا اور شریعتِ منورہ کے موافق اس کی مخالفت اور اس کے ساتھ جہاد کرنا جہادِ اکبر قرار
پایا، آفاقی دشمنوں کے ساتھ جہاد کا کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے اور اندرونی دشمن (نفس) سے جہاد دائمی ہے
ارحم الراحمین (اللہ تعالیٰ) نے اپنی کمال رحمت و شفقت سے ایمان حاصل ہونے اور ہمیشہ کے عذاب سے ۱۸۳
نجات پانے کے لئے تصدیقِ قلبی کو کافی قرار دیا اور نفس کو اقرار و تسلیم کا مکلف نہیں بنایا ؎

چشم دارم کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول ۔۔۔ آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ اللہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو بھی حسنِ قبول عطا فرمائے گا]

ہاں افرادِ انسانی میں بعض کاملین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا نفس امارگی سے نکل کر اطمینان حاصل کر لیتا ہے اور احکامِ الٰہی کا مطیع ہو کر مخالفت کی مجال اس میں باقی نہیں رہتی اور راضی و مقبول ہو جاتا ہے آیۂ کریمہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف اس طرح لوٹ جا کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو] اسی کی شان میں وارد ہوئی ہے ایمانِ کامل اور اسلامِ حقیقی اسی مقام میں جلوہ افروز ہوتا ہے، یہ ایمان زوال اور خلل سے محفوظ ہے بخلاف سابقہ ایمان کے کہ وہ زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی (کامل) ایمان کی طلب کی ہے، اس موقع پر جبکہ آپ نے امت کی تعلیم کے لئے فرمایا: اللّٰھم انی اسئلک ایمانا لیس بعدہ کفر [اے اللہ میں آپ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیۂ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ الآیۃ [اے ایمان والو! اللہ پر ایمان لاؤ الخ] اور آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ [اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہدا ہیں] میں گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے اور حدیثِ نفیس لن یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس کی خواہشاتِ نفس میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں] میں بھی یہی ایمان مراد ہے صوفیائے کرام کے طریقے میں اولین مطلوب اسلامِ حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفسِ امارہ کے مطیع ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینانِ نفس سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہوتا ہے (صوفیہ) اُس کو مجازی اسلام کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں: المجاز ینفی والحقیقۃ تثبت

۱؎ الفجر ۸۹ آیت ۲۷ و ۲۸ ۲؎ سورۂ ۴ آیت ۱۳۶ ۳؎ سورۂ ۵۷ آیت ۱۹۔

ولا تنتفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے اور حقیقت ثابت رہتی ہے اور اس کی نفی نہیں ہوتی] ارکانِ اسلام یعنی نماز زکوٰۃ روزہ، حج، جہاد اور تمام نیک اعمال جو اطمینانِ نفس سے پہلے وقوع میں آئے ہیں وہ گویا اعمال کی صورت (ظاہری شکل) ہے، اگر نماز پڑھتا ہے تو نماز کی صورت ہے اور اگر روزہ دار ہے تو روزہ کی صورت ہے اور اسی قیاس پر تمام اعمال ہیں اس لئے کہ نفسِ امارہ ابھی تک اپنی سرکشی اور انکار پر قائم ہے اعمال کی حقیقت کس طرح ظہور میں آسکتی ہے اور جب نفس اطمینان کی حالت کو پہنچ جاتا ہے اور سرکشی و بغاوت سے باز آجاتا ہے تب اعمال کی حقیقت حاصل ہوتی ہے اور نماز و روزہ وغیرہما کی حقیقت ادا ہوتی ہے اور اس صورت و حقیقت کے فرق کے اندازہ ہی سے آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کے درجات اور قربِ الٰہی اور آخرت میں رویتِ باری کے مراتب میں فرق کو خیال کر لینا چاہئے۔ مقربین کی جنتوں کو عوام مؤمنین کی جنتوں سے کیا
۱۸۳ نسبت ہے، قطرہ کو دریا کے ساتھ ایک طرح کی نسبت ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جنس ہیں اور پانی کے اجزا سے مرکب ہیں، ان دونوں میں فرق اجزا کی کثرت و قلت سے ہے اور صورت کو حقیقت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے رویتِ اُخروی (آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ) بھی سب کے لئے یکساں نہیں ہے (بلکہ) دیکھنے والوں کے درجات کے فرق کے مطابق اس کے بھی درجات و مراتب ہیں جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے اس کی تصریح کی ہے پس قیاس کرنا چاہئے کہ اہلِ صورت و اہلِ حقیقت میں سے ہر ایک کی بے کیف رویت (باہم) کیا نسبت رکھتی ہوگی۔

بود کہ صدر نشینانِ بارگاہِ قبول ۔۔۔ کنند گوشۂ چشمے بہ اہلِ صفِ نعال

(کاش ایسا ہو کہ بارگاہِ قبولیت کے صدر نشین جوتوں کی جگہ پر بیٹھنے والوں کی طرف بھی نظر کریں (یعنی کن انکھیوں سے دیکھ لیں)) یہ صورت و حقیقت دونوں ہی شریعتِ عالیہ کے دائرہ میں داخل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری سنتوں اور باطنی انوار سے اخذ کی گئی ہیں، ایک شریعت کی صورت ہے اور دوسری شریعت کی حقیقت ہے پس تمام کمالات کا معدن روشن شریعت ہی قرار پائی اور کوئی کمال ایسا نہیں رہا جسے شریعتِ حقہ کے باہر تلاش کرنے کی ضرورت پڑے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کہ جس کو اہلِ اللہ نے ادراکِ بسیط کے معنی میں قرار دیا ہے اور انسان کے کمال کو اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے اس کی تکمیل و کمال بھی نفس کی فنا و اطمینان کے ساتھ وابستہ ہے۔

ہیچ کس را تا نگردد او فنا ۔۔۔ نیست رہ در بارگاہِ کبریا

(جب تک کوئی شخص مقامِ فنا حاصل نہ کرلے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے) پس (ان تمام باتوں کا) حاصل کلام یہ ہے کہ صاحبِ بصیرت عقلمندوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے حاصلِ کار اور نقدِ روزگار (یعنی تمام افعال و اعمال) میں خوب اچھی طرح غور فرمائیں، جو شخص بھی یہ مطلوبہ دولت رکھتا ہے فطوبیٰ لہ و بشریٰ

(تو اس کے لئے مبارکبادی و خوشخبری ہے) جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہوگئی ورنہ وہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جہاں کہیں سے (اس کی) کوئی بو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے پیچھے جائے (اس کی تلاش کرے) ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

(میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے حال سے نا آشنا ہی رہے (اور قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۶۵

مولانا حسن علی کے نام تسویف یعنی آج کا کام کل پر نہ چھوڑنے اور ارادے کی نفی پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی حقیقت کے ساتھ متحقق کرے اور ہر اس چیز سے ہمیں نجات دے جو معرفتِ الٰہیہ سے روکے۔ میرے مخدوم! عمر کا اشرف حصہ جو کہ
۱۸۹ جوانی کا زمانہ اور قوتوں اور اعضا کی تندرستی کا وقت ہے گذر رہا ہے اور عمر کا ارذل (گھٹیا) حصہ آنے والا ہے، افسوس کہ سب سے اشرف چیز کو جو کہ معرفتِ الٰہی ہے ارذل (گھٹیا) عمر کے حوالہ کیا جائے جو کہ محض موہوم (وہم و خیال) ہے اور اشرفِ عمر خواہشاتِ نفسانی اور حرص میں جو کہ سب سے رذیل شے ہے صرف ہو، هلك المسوفون (آج کا کام کل پر ڈالنے والے ہلاک ہوگئے) اس عالمِ فانی میں ثقلین (یعنی انسان و جن) کے پیدا کرنے سے مقصود اس معرفت کا حاصل کرنا اور اس قلیل مہلت میں مولائے حقیقی (حق تعالیٰ) کی رضا حاصل کرنا ہے اور ہم جیسے بوالہوس لوگ بیہودہ آرزوؤں کے پیچھے اس دولتِ مطلوبہ سے کب تک محروم رہیں گے اور نفس و شیطان کی رضا و خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا سے کب تک دور و محروم رہیں گے
أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ الآیہ (کیا ایمان والوں کیلئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس چیز (کی تلاوت) کیلئے جھک جائیں جو حق کی طرف سے نازل ہوئی ہے (یعنی قرآن) سورہ حدید پ ۲۷ آیت ۱۶
کام روائی خواہش پرستی بیکار آرزوئیں اور بیہودہ تمنائیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے شدید رکاوٹ اور قوی مانع ہیں (یہ مقولہ کہ) جو کچھ تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے آپ نے سن رکھا ہوگا أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ (الآیہ) (پس کیا تونے دیکھا کہ جس شخص نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا) نصِ قرآنی ہے ؎ سورہ ۲۵ آیت ۴۳

عشوۂ ابلیس از تلبیسِ تست در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست

گر کنی یک آرزوے خود تمام در تو صد ابلیس زاید والسلام

[ابلیس کا فریب تیری ہی تلبیس سے ہے، تجھ میں ایک ایک آرزو تیرا ابلیس ہے، اگر تو اپنی ایک آرزو پوری کرے گا تو وہ تجھ میں سینکڑوں ابلیس پیدا کر دے گی] والسلام۔

مکتوب ۶۶

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ وارد عظیم پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوب گرامی یکے بعد دیگرے وصول ہوئے اور تسلی بخش حالات واضح ہوئے، قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا[۱] [آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کر دے]۔ جو وارد قوی (اعلیٰ کیفیت) کہ ظہر کی نماز میں آپ کو ظاہر ہوئی اور جو آپ کے اندر کامل تصرف کرکے آپ کو اپنے تسکار میں لے آئی تھی وہ بھی واضح ہو کر روحانی لذتوں کا سبب بنی۔ اس پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کا حمد و شکر ہے، شاید کہ شیونِ الٰہیہ جل سلطانہ میں سے کسی شان کی تجلی ہو جو کہ اس اصالت کی مناسبت کی وجہ سے جو وہ آپ کے مبدأ تعین کے ساتھ رکھتی ہے ظاہر ہوئی ہو اور آپ کے اپنے آپ سے بیخود کرکے آپ کی زبان پر اسرار و معارف کے ساتھ گویا ہوئی ہو اور اپنے ساتھ بقا بخشی ہو، اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً[۲] [بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں] یا ذات نے اس شان کے ساتھ متلبس ہو کر فنا و بقا بخشی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس معاملہ کا ظہور اس واقعہ کی تعبیر ہو جو کہ آپ نے دیکھا تھا کہ ۱۸۵ میں ایک دیوار پر باہر نکلا ہوا ہوں لوگ کہتے ہیں یہ عشق کی دیوار ہے تجھ یہ معاملہ گویا اس دیوار کی دوسری طرف سے تعلق رکھتا ہے اور یہ دیوار برزخ ہے جو کہ مبدأ تعین ہے اس لئے کہ مبدأ تعین عاشق و معشوق کے درمیان برزخ ہے اور راہ وصول اس میں منحصر ہے اور اس وقت میں چونکہ قوت باطنی اتنی نہیں تھی اس لئے اس دیوار سے ہوا میں ہو گئے تھے اور اس کے اوپر کوئی بلندی حاصل نہیں کی اب قوت کی وجہ سے جو کہ آپ کو حاصل ہو گئی ہے بلندی حاصل کر لی ہے اور دیکھا جو کچھ کہ آپ نے دیکھا، اور شیخ حسن چونکہ آپ کے ساتھ محبت کا تعلق صحیح رکھتا ہے احتمال ہے کہ اس نسبت کا پرتو اندراج کے طور پر اس پر پڑا ہو۔

آپ جان لیں کہ شان کمالِ ذاتی سے عبارت ہے جو کہ ذاتِ تعالیٰ پر زائد نہیں ہے اور غیب الغیب میں ملی ہوئی ہے اور جب حق سبحانہ و تعالیٰ کا علم کمالاتِ ذاتیہ سے متعلق ہوا تو ملے ہوئے کمالات علم میں تمیز د

---

۱ سورۃ ۲۰ آیۃ ۱۱۴ - ۲ سورۃ ۲۷ آیۃ ۳۴ -

تفصیل حاصل کرلی اور مبادی تعینات سے مراد یہی مفصلہ کمالات ہیں، ہرایک کمال اشخاص میں سے کسی ایک شخص کا مبدأ تعین ہے اور ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تحقیق) کے مطابق صفاتِ سبعہ یا ثمانیہ کے لئے وجودِ علمی کے علاوہ بھی خارج میں ایک ثبوت ہے جیسا کہ اہلِ سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کا مذہب ہے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ کمال اس علمی کمال کی اصل میں ملا ہوا ہے اور یہ علمی کمال اس کا ظل ہے لیکن اس کمال کا بطون کے مرتبے سے ظاہر ہونا اس علمی کمال کے سبب سے ہے، ہوسکتا ہے کہ اسی اعتبار سے ایک بزرگ نے (یہ) کہا ہو ؎

ولدت امی اباھا   ان ذا من اعجبات

(میری ماں نے اپنے باپ کو جنا اور بیشک یہ بات نہایت عجیب باتوں میں سے ہے) اس نے ماں اپنے عینِ ثابتہ کو کہا ہوگا جو کہ اس کا مبدأ تعین ہے اور اس ماں کا باپ شانِ الٰہی کو کہا ہوگا جو کہ اس کی اصل ہے اور چونکہ عینِ ثابتہ اُس شان کے بطون کے مرتبہ سے ظہور کا سبب ہے ولادت کو جو کہ اس ظہور کا سبب ہے دوسری طرف سے بھی ثابت کیا والسلام

مکتوب ۶۷

مخدوم زادہ عالی قدر جامعِ علومِ ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں مسئلہ کلامِ الٰہی جل شانہٗ کے بارے میں علما کا مذہب بیان کرنے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

کلامِ الٰہی کے مسئلہ میں اہلِ سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی
۱۸۶ کوششوں کو مشکور فرمائے] کا مذہب یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ازل سے ابد تک ایک ہی بسیطِ حقیقی کلام کے ساتھ متکلم ہے، تکثر (کثیر ہونا) اور تفصیل کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی ایک بسیط کلمہ سے امر و نہی پیدا ہوئے ہیں اور اسی ایک کلمہ بسیط سے استفہام (پوچھنا) تمنّی (خواہش کرنا) ترجّی (امید کرنا) اخبار (خبر دینا) وعید (ڈرانا) اور وعدہ صادر ہوا ہے اور وہی کلمہ بسیط ہے کہ جس نے فرقان اور توریت کا نام پایا ہے اور زبور و انجیل کے ساتھ تفصیل اختیار کی ہے اس مقام میں ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ایک مفرد قول اور تحقیق کے بعد ایک تدقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ کلامِ الٰہی جل شانہٗ میں اجمال و عدمِ تجزی (اجزا نہ ہونے) کے باوجود تفصیل بھی ثابت ہے اور وسعت و تمیز بھی موجود ہے، بسیط ہونے کے باوجود امر نہی سے ممتاز اور اخبار انشا سے جدا ہے جیسا کہ تم نے ترتیب

ذاتِ تعالیٰ میں اجمال کے باوجود تفصیل و وسعت کا اثبات (بھی) کرتے ہیں کیونکہ وسعت و تفصیل بھی صفاتِ کمال میں سے ہے اللہ تعالیٰ و تقدس نے فرمایا ہے: وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۱؎ (اور اللہ بہت وسعت اور علم والا ہے) جاننا چاہئے کہ ہم اس مرتبۂ عالیہ میں جس اجمال و تفصیل کا اثبات کرتے ہیں یہ وہ اجمال و تفصیل نہیں ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے اور ہم اس کا ادراک کرلیں کیونکہ اس سے ٹکڑے اور اجزا ہونا لازم آتا ہے تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا (اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت ہی بلند ہے) بلکہ (یہ اجمال و تفصیل بھی) ذات و صفات کی طرح بیچون و بیچگونہ ہے عرفت ربی بجمع الاضداد (میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا) اور یہ معرفت اگرچہ طریقۂ عقل کے ماوراء ہے لیکن صحیح کشف اور صریح الہام سے اس کی تائید ہو چکی ہے اور جس تمیز کی علمائے کرام نے نفی کی ہے یہ وہ تمیز ہے جو کہ چون و چند کی قسم سے ہے کہ یہ بسیط ہونے کے منافی ہے۔

(فائدہ) چونکہ اس بارگاہ میں لفظ اجمال و وحدت کو لفظ تفصیل و کثرت کے مقابلہ میں زیادہ مناسبت ہے اس لئے کہ تفصیل و کثرت کا لفظ ٹکڑے اور اجزا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اسی لئے (بزرگوں نے) اس بلند بارگاہ پر اطلاق کے لئے لفظ اجمال و وحدت کو اختیار کیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس اجمال و تفصیل سے جو کہ ہماری سمجھ میں آتی ہے منزہ و مبرا (پاک و بری) ہے اور اگر ہم بے چون وحدت و وسعت کے الفاظ اختیار کریں تو دونوں ثابت ہیں، فافہم ولا تکن من القاصرین (پس سمجھ لیجئے اور قاصرین میں سے نہ ہو جایئے)۔

مکتوب ۶۸

کمترین خادمان محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام بعض مراتب اصول کو اجمال کے طریق پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ بذاتِ خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عیناً (عین ذات کے طور پر) ہو یا زائد ہو اور اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ اس بارگاہِ قدس میں وجود کے لئے گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح وجوب و امکان کو (بھی) ۱۸۶
اس بلند مرتبہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں (وجوب و امکان) وجود اور ماہیت کے

۱؎ سورۂ ۲ آیت ۲۴۷ و ۲۶۸ و ۳/۷۳ و ۵/۵۴ و ۲۴/۳۱

درمیان نسبتیں ہیں پس جبکہ وہاں وجود ہی نہیں ہے تو وجوب و امکان بھی نہیں ہے، ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "جسقدر گہری نظر سے دُور دُور تک پہنچا جاتا ہے محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبہ عالیہ میں ذات ایسی آٹھ صفات کے ساتھ ہے جو کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی اَور امر خواہ وجود ہو یا وجوب نہیں پایا جاتا، اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں یہ صفات حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبارات ہیں اور وہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہیں، ہاں صرف اس قدر ہے کہ ان اعتبارات کو اس مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تمیز ثابت ہے اور اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے کہ وہاں یہ تمیز بھی موجود نہیں ہے اور محض اعتبارات کے سوا کوئی اور امر مفہوم نہیں ہوتا، اور اس مرتبہ کے اوپر وہ مرتبہ مقدسہ ہے جہاں کوئی اعتبار بھی ملحوظ نہیں ہے اور جہل و حیرت اس مقام کے لئے لازم ہے جاننا چاہئے کہ پہلے تینوں مرتبوں میں چونکہ ذات تعالیٰ صفات کے ساتھ ملحوظ ہے اس لئے مثالی صورت دائرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور دو قوس ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے ایک قوس سے ذات مراد ہے اور دوسری قوس صفات سے عبارت ہے اور آخری مرتبہ میں چونکہ کوئی اعتبار و اضافت ملحوظ نہیں ہے لازماً مثالی صورت میں نصف دائرہ جو کہ ذات کی ایک قوس سے کنایہ ہو گا ظاہر ہوتا ہے اور یہی سر ہے کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں لکھا ہے کہ "اس مرتبہ میں ایک قوس کے علاوہ ظاہر نہیں ہوا یہاں کوئی سر (بھید) ہو گا کہ جس سر پر اطلاع نہیں دی گئی"۔ جاننا چاہئے کہ ان چاروں قسم کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ جو کہ مرتبۂ صفات ہے لطیفۂ روح کے نصیب ہے اور دوسرا مرتبہ جو کہ شیونات کا مقام ہے لطیفۂ سر کے نصیب ہے اور تیسرا مرتبہ جو کہ تنزیہ و تقدیس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لطیفۂ خفی کے نصیب ہے اور چوتھا مرتبہ اخفیٰ کے نصیب ہے اور قلب کا نصیب مرتبۂ افعال سے ہے جو کہ ان (چاروں) مراتب سے نیچے ہے، عالمِ امر کے ان چاروں قسم کے مرتبوں سے گذرنے کے بعد معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ جا پڑتا ہے، والسلام

۱۸۹

مکتوب ۶۹

حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی و خواجہ محمد صالح کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف خواہ کمال الکمال تک پہنچ جائے اس کو ذات تعالیٰ و تقدس کے بعض وجوہ میں سے حصہ ملے گا، و بعض کامل اولیا ایسے ہوں گے کہ جن کو ذات سبحانہ و تعالیٰ کے تمام وجوہ سے حصہ ملے گا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے دونوں گرامی التفات ناموں نے مشرف کیا اللہ تعالیٰ کے کرم کے امیدوار رہیں۔ ع:

بتاریکی دروں آبِ حیات ست [تاریکی کے اندر آبِ حیات ہے]

غور سے سنیں، جب کوئی عارف وصول کے مقامات کو طے کر کے معاملہ ایسے مقام تک پہنچا لیتا ہے جو کہ قرب کی منزلوں میں اس کی ترقیات کا منتہا (آخری درجہ) ہے تو یقیناً اس کا نصیب ذات کی بعض وجوہ سے ہوگا جو کہ اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو اس عارف کا مبدأ تعین ہے اور اسم کی جامعیت کے مطابق اس وجہ میں بھی جامعیت ہوگی اور جس قدر اسم زیادہ جامع ہوگا وجہ بھی اسی قدر جامع ہوگی لیکن تمام وجوہ سے حصہ ملنا اور بات ہے اور ایک ایسی وجہ سے جو کہ تمام وجوہ کی جامع ہے حصہ ملنا اور بات ہے جیسا کہ سمجھ دار آدمی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

اگرچہ عارف کا معاملہ اصول اور اصولِ اصول سے اوپر چلا جائے لیکن اپنے اس اسم کے مطابق جو کہ اس کا مربی (تربیت کرنے والا) ہے پابندی کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا اور وہ تمام وجوہ سے تفصیل کے طور پر حصہ نہیں پائے گا، اگرچہ وصول کے پہلے مرتبہ میں اس وجہ کو تمام وجوہ میں مستہلک (فانی) پائے اور متمیز (ممتاز) نہ دیکھے لیکن حقیقت میں وہ ممتاز ہے جب وہ اس مقام میں پوری طرح قرار حاصل کر لے گا اور نظر کی تیزی رکھتا ہوگا تو تمیز (امتیاز) کو پالے گا۔ جب آپ کو یہ معرفت معلوم ہو گئی تو اور اس سے زیادہ عجیب اور زیادہ گہری معرفت سنیں۔ بعض کاملین اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کو تمام وجوہ سے حصہ ملتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ اس وجہ کو جو کہ اس اسم کی اصل ہے جو اس سالک کا مبدأ تعین ہے دوسری وجوہ کے ساتھ ایک ما بہ الاشتراک (مشترکہ جزو) ہے وہ اس ما بہ الاشتراک کے ذریعے سے تمام وجوہ سے حصہ حاصل کرے گا کیونکہ نوع کو اپنی جنس کی طرف شاہراہ ہے۔ سوال، ماہیت ما بہ الاشتراک اور ما بہ الامتیاز سے مرکب ہے اور ہر ایک کی خصوصیات علیحدہ ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ تمام وجوہ کے ما بہ الامتیاز سے بھی کچھ حصہ حاصل کرلے۔

ہم جواب (میں) کہتے ہیں چونکہ ما بہ الاشتراک کو ما بہ الامتیازات پر صدق ہے اگرچہ عرضی ہے اس لئے کہ جنس خاص اپنی انواع کی فصول کے لئے عرضِ عام (ہوتی) ہے پس اس وجہ سے وہ ما بہ الامتیازات ۱۸۹ سے بھی پورا حصہ حاصل کرلے گا اور عرضِ عام کے ذریعے سے اس کے افراد کو پہنچ جائے گا اور ذات تعالیٰ کی تمام وجوہ سے مفصل طور پر حصہ پالے گا اور تمام کمالات سے جن کا حاصل ہونا نوعِ بشر میں ممکن ہے خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات کے طفیل سے حصہ حاصل کرلے گا، یہ معرفت انبیائے کرام علیہم التحیات والبرکات کے بعد ہمارے حضرت مجددی قدس اللہ سرہ الاقدس کی ان تمام معرفتوں اور ان کے مخصوص کمالات میں سے ہے۔

مکتوب ۱۷۰

ملا محمد افضل ولد شیخ بدرالدین سرہندی کے نام حدیث القبر روضۃ من ریاض الجنۃ کے معنی اور اس بشارت کے بیان میں کہ جس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مشرف ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بسم اللہ العظیم ومصلیا علی رسولہ الکریم والہ اجمعین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں آیا ہے کہ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ [قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] قبر کے باغ ہونے سے مراد (بظاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعہ قبر اور جنت کے درمیان واقع ہے دُور ہو جاتی ہے اور ان دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور رکاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعہ قبر کو جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے پس سمجھ لیجئے۔ اور یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بھی ہیں مابین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ [میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] جاننا چاہئے کہ اس طرح کا بلغ اخص الخواص حضرات کے لئے مخصوص ہے ہر مومن کو میسر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب مومنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جنت کا عکس اُن قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے حضرت عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کو بھی سرورِ دین و دنیا علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات کے غایت درجے کے اتباع کی وجہ سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ روضہ متبرکہ جس میں آنجناب کی قبر مبارک ہے اور اس روضہ مقدسہ کا صحن قدیم جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) فرماتے تھے کہ مجھے اس بات کی بشارت دی گئی ہے کہ اگر اس مشہور روضہ کی مٹی کی ایک مٹھی کسی شخص کی قبر میں ڈال دیں تو بہت بڑی امید ہے پس جو شخص اس روضہ میں دفن ہوا اُس کیلئے کیا کچھ بشارت ہو گی الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین۔

۱۹۸

مکتوب ۱۷۱

محمد مومن بیگ کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ماسوی اللہ سے تعلق رکھنا نہایت شدید مرض ہے

سلام علیکم طبتم [تم پر سلام ہو تم خوش رہو] ؎

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　گر شکر خوردن بود جاں کندن است

[اللہ تعالیٰ کے عشق کے بغیر کوئی چیز خواہ کتنی ہی اچھی ہو اگرچہ وہ شکر (مٹھائی) کھانا ہی ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی چیز کی محبت میں گرفتار ہونا دل کا نہایت شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا سب سے زیادہ اہم کام ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کے لئے ایک حرف کافی ہے]

مکتوب ۷۲

ملا مسافر کے نام قضائے الٰہی جل شانہ پر راضی رہنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برادرم ملا مسافر خیر وعافیت سے رہیں اور یادِ الٰہی جل شانہ کے ساتھ خوش وخرم رہیں، آپ کے مکتوبات موصول ہوئے، جو رنج وغم بھی (انسان کو) پہنچتا ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے اس لئے رضامندی کے سوا کوئی چارہ وتدبیر نہیں ہے طاعات کے معمولات پر مستعد رہیں اور تکالیف وامراض پر صبر وتحمل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عافیت طلب کرتے رہیں اور مخلوق میں سے کسی کو درمیان میں نہ دیکھیں اور تمام امور کو حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف جانیں اور اس کے دور کرنے کو بھی اسی سے چاہیں کیونکہ اس سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیر کے بغیر کوئی شخص کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اس کے ارادہ کے بغیر کوئی شخص ضرر (تکلیف) کو دور نہیں کر سکتا بندگی کا راستہ یہی ہے۔ والسلام

مکتوب ۷۳

مولانا حسن علی کے نام ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انہوں نے مرزا عبید اللہ کے نام والے مکتوب پر کیا تھا۔

بسم اللہ حامداً ومصلیاً (اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول اللہ پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں)۔ برادرم ملا حسن علی نے اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی تمناؤں کو پورا فرمائے، میرے ایک مکتوب بنام برادرم عبید اللہ بیگ (مکتوب ۲۹ جس کا ترجمہ گذر چکا ہے) پر ایک شبہ تحریر کیا اور جواب طلب کیا تھا کہ "اچھے اور برے میں فرق وامتیاز مقام شریعت میں ہے چنانچہ انہوں نے ایک رسالہ میں دیکھا ہے ۱۹۱
کہ طریقت میں سراسر صلح اور ہر شخص کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ اس میں دشمنوں کے ساتھ جنگ اور دوستوں کے ساتھ صلح ہوتی ہے الخ" عجیب واہیات شبہ ہے بھلا طریقت کا شریعت سے کیا مقابلہ اور کونسی مساوات ہے شریعتِ منورہ ایسی وحیِ قطعی سے ثابت ہوئی ہے کہ جس میں شک وشبہ کی ہرگز کوئی گنجائش

نہیں ہے اور اس کے احکام کے لئے ہرگز نسخ و تبدیل نہیں ہے قیامت قائم ہونے تک یہ احکام باقی ہیں اور اس شریعت کے مقتضیٰ پر عمل کرنا ہر خاص و عام کے لئے ضروری و لازمی ہے، طریقت اس کے احکام کو ہرگز رفع (نسخ) نہیں کرسکتی اور اپنے اہل (اہلِ طریقت) کو تکالیفِ شرعیہ سے آزاد نہیں کرسکتی، اہلِ سنت و جماعت کے قطعی (یعنی مسلّم) عقائد میں سے (یہ عقیدہ بھی) ہے کہ بندہ (ہوش و حواس کی حالت میں) ہرگز ایسے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کہ تکالیفِ شرعیہ اُس سے ساقط ہو جائیں (اس پر فرض و واجب نہ رہیں) جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلِ اسلام کے گروہ سے خارج ہے جس جماعت کو حق سبحانہ و تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور اُن کے ساتھ دشمنی و سختی و جہاد و قتال کرنے کا حکم دے اس جماعت کے ساتھ صلح و دوستی کرنا قاعدۂ اسلام سے خارج ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبت کا دعویٰ اس کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور اس بات کی طرف جانے نہیں دیتا کیونکہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے تبریٰ و بیزاری کرنا مقامِ محبت کے لوازم میں سے ہے۔

ہاں (یہ ضرور ہے کہ) اس راہ کے بعض سالکین پر بعض ایسے امور جو بظاہر کتاب و سنت کے مخالف ہوتے ہیں بکثرت وارد ہوتے رہتے ہیں کہ آخر اُن سے گزرنا ہی پڑتا ہے ایسے وقت میں شریعت کی باگ ڈور کو ہاتھ سے نہ دے اور سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لے (یعنی مضبوطی سے سنت پر عمل کرے) اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہلِ سنت و جماعت کی تقلید پر اعتقاد و عمل اختیار کرے (بعض اوقات) اس راستے کے خس و خاشاک اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ الآیہ[1] (بیشک میں ہی اللہ ہوں) کی صدا بلند کرتے ہیں اور سالک بیچارہ کو اعلیٰ مطالب سے باز رکھ کر اپنی پرستش (عبادت) کی دعوت دیتے ہیں، ایسے وقت میں صاحبِ استقامت سالک کو چاہئے کہ خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی متابعت تلاش کرے اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ[2] (میں زائل ہونے والی چیزوں سے محبت نہیں کرتا) کہے اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ الآیہ[3] (میں نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرلیا) کے مصداق غیب الغیب کی طرف دوڑے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب (حضرت محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وعلی الخلیل وسائر الرسل وسلم کی متابعت کے ذریعہ نظر کی کجی میں مبتلا نہ ہو، اور کبھی (سالک) اپنے آپ کو اُن حضرات کے مساوی جانتا ہے جو بالاجماع اس سے افضل ہیں اور کبھی (اپنے آپ کو اُن سے) افضل دیکھتا ہے، مسجد اور بُت خانہ کو یکساں خیال کرتا ہے اور اسلام اور کفر کو برابر پاتا ہے اگر (ایسا سالک) اعتقاد و عمل میں کتاب و سنت کی باگ ڈور کو ہاتھ سے نہ دے تو وہ معذور ہے کیونکہ وہ کشف و وجدان میں اختیار نہیں رکھتا، والسلام اولاً و آخراً۔

[1] سورۂ ۲۸ آیت ۳۰ [2] سورۂ ۶ آیت ۷۶ [3] سورۂ ۶ آیت ۷۹۔

۱۹۲

مکتوب ۴۲

حقائق آگاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت اصل کی طرف سے ہے اور ظل میں جو کچھ ہے وہ اصل سے مستعار ہے اور اصل سے ظل کا نصیب اضمحلال ہے۔

بسم اللہ حامداً و مصلیاً، آپ کے عنایت نامۂ نامی اور مکتوب گرامی نے جو کہ آپ نے اس بے حاصل کے نام تحریر فرمایا تھا مشرف کیا، امید رکھتا ہے کہ اسی طریق پر اس ناکارہ کو کبھی کبھی اپنے محبت سے پُرنور دل کے پہلو میں جگہ دیتے رہیں گے اور خاص اذواق کے ساتھ نوازتے رہیں گے (اس جانب سے) کسی خط کی سبقت کے بغیر اس مکتوب کا وارد ہونا جو کہ عین مہربانی سے تھا ایک غیر مترقبہ نعمت تھی اس کے وصول ہونے سے فتوحات و ترقیات کا امیدوار ہوا، بیشک سبقت بزرگوں (ہی کی طرف) سے ہوتی ہے اور کرم کریموں (ہی کی جانب) سے شایاں ہے ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز (گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے)

پہلے ہی سے ایسا دستور چلا آرہا ہے اور شوق کا شدید ہونا اصل ہی کی طرف منسوب ہوا ہے بدایت (شروع ہونا) مبدأ سے اور آغاز اصل سے ہے، یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الآیۃ (وہ (اللہ تعالیٰ) اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس (اللہ تعالیٰ) سے محبت کرتے ہیں) جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستفاد و مستعار ہے ظل بذاتِ خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتا اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو وہ خائن ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا دعوی کرتا ہے اس کے حق میں کمال یہ ہے کہ کمال کی نفی کرے اور نیکی یہ ہے کہ وہ نیکی کی نفی کرے، جو حصہ کہ وہ اصل سے رکھتا ہے منتسبات (تعلقات) کے مطابق اس کے ساتھ محو و متلاشی (فانی) ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا اُسی قدر ظل کا محو و لاشے ہونا زیادہ ہوگا بیچارہ (ظل) جو کہ نفی ہونے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا اس کے کمال سے کیا خبر رکھے گا اور اس کے جمال کا کس طرح پتہ لگائے گا ے

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

(میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ (دل) میں یار خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے)۔

اے میری امیدگاہ! اس وقت میں جو کہ عہدِ نبوت سے دُوری کا زمانہ ہے اور سنت کے انوار کی کمی اور بدعت کی ظلمات کے ہجوم کا وقت ہے آپ جیسے شاہبازوں کا وجود بہت غنیمت ہے اگر ہم جیسے گمنامی کے گوشہ نشین گمنامی کے کونے میں ہزاروں ریاضتیں بھی کریں اور ہاتھ پیر ماریں (تو یہ) آپ کے اُس ایک کلمۂ حق کے برابر نہیں ہوتا